شمارہ ۵

ہجرت ۱۳۴۹ ہش

جلد ۱۱

مئی ۱۹۷۰ء

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک

پاکستان و بھارت چھ روپے

دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ہجرت ۱۳۴۹ ہش

(ربیع الاول ۱۳۹۰ ہجری — مئی ۱۹۷۰ء)

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ: چھ روپے ÷ فی پرچہ: ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر :- چوہدری محمد ابراہیم ؟ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱۱ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۵

ہجرت ۱۳۴۹ھش

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ایک خاص پہلو

عبودیت کاملہ کا انتہائی ارفع مقام اور اس کا بے پایاں فیضان

ارشادِ خداوندی لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ کی رُو سے وجہِ تخلیق کائنات فخرِ موجودات، افضل الرسل، مولائے کُل، فخرِ اوّلین و آخرین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نوعِ انسان کے لئے قیامت تک کے واسطے اُسوۂ حسنہ ہیں۔ چنانچہ جہاں حضورؐ نے اور دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں کامل و مکمل اور اکمل ترین نمونہ پیش فرمایا وہاں عبد ہونے کی حیثیت میں بھی آپؐ کا اُسوۂ مبارک اتنا حسین، اتنا دلکش، اتنا ارفع اور اتنا اعلیٰ ترین ہے کہ ایسا نمونہ نہ پہلے کوئی پیش کر سکا اور نہ آئندہ رہتی دُنیا تک کوئی پیش کر سکے گا۔ عبد ہونے کے لحاظ سے بھی قیامت تک قابلِ تقلید آپؐ ہی کا نمونہ رہے گا، اس لئے کہ نسلِ انسانی میں سے آپؐ ہی کا وجود باجود ایک ایسا نادر و اخص وجود ہے جو دائمی اور ابدی طور پر عبودیتِ کاملہ کے انتہائی اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہے۔

اس میں شک نہیں کہ انبیاءِ ماسبق میں سے ہر نبی اپنی اپنی جگہ عبد اللہ ہی تھا لیکن جملہ انبیاءِ کرام میں سے عبدِ کامل صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب، یسع، ذوالکفل، داؤد، ایوب وغیرہم علیہم السلام

میں سے تو ہر ایک کا نام لے لے کر انہیں اپنا عبد قرار دیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خاص امتیاز بخشا کہ آپؐ کا نام لئے بغیر آپؐ کے حق میں عبد کا لفظ استعمال فرمایا اور اس طرح یہ باور کرایا کہ العبد صرف اور صرف آپؐ ہی ہیں۔ چنانچہ آیات قرآنی میں سے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی۔ تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ۔ اور اسی طرح کی متعدد دوسری آیات اس امر پر شاہد ناطق ہیں۔ یہ تخصیص اس لئے فرمائی کہ تا آپؐ کا عبودیت کاملہ کے مقام پر فائز ہونا ظاہر ہو۔

قبل اس کے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اس خاص پہلو پر غور کریں یہ جاننا اور معلوم کرنا ضروری ہے کہ عبد کے لفظ سے کیا مراد ہے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل اور ظلِ کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی قساوت اور کجی کو دُور کر کے دل کی زمین کو ایسا صاف بنا دے جیسے زمیندار زمین کو صاف کرتا ہے۔ عرب کہتے ہیں مُوْرٌ مُّعَبَّدٌ۔ جیسے سرمہ کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر پتھر اور ناہمواری نہ رہے اور ایسی صاف ہو کہ گویا رُوح ہی رُوح ہو اس کا نام عبادت ہے۔ چنانچہ اگر یہ درستی اور صفائی آئینہ کی کی جاوے تو اس میں شکل نظر آجاتی ہے اور اگر زمین کی کی جاوے تو اس میں انواع و اقسام کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس انسان جو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری اور کنکر پتھر نہ رہنے دے تو اس میں خدا نظر آئے گا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے درخت اُس میں پیدا ہو کر نشو و نما پائیں گے اور وہ اثمارِ شیریں اور طیب اس میں لگیں گے جو اُکُلُهَا دَآئِمٌ کے مصداق ہوں گے۔" (ملفوظات جلد دوم ص۶۵)

عبادت کے اِن معنوں کی رُو سے عبد سے مراد وہ انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اِس رنگ میں کرے اور احکامِ الٰہی کی تعمیل میں ایسا شغف دکھائے کہ اس کے زیرِ اثر اس کا آئینۂ دل اس قدر صیقل ہو جائے کہ اُس میں خدا نظر آنے لگے اور دل کی صاف و شفاف زمین سے محبتِ الٰہی کے ایسے درخت نمودار ہوں کہ اُن میں وہ اثمارِ شیریں و طیب لگیں جو اُکُلُهَا دَآئِمٌ کے مصداق ہوں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدِ کامل ہونے کی حیثیت میں عبادت کی اِس کیفیت کا اپنے قول اور اپنے فعل سے ایسا اعلیٰ و ارفع اور ایسا لازوال و بے مثال نمونہ دنیا کے سامنے پیش فرمایا کہ خدائے ذو العرش نے خوش ہو کر آپؐ کے قول کو اپنا قول اور آپؐ کے فعل کو اپنا فعل قرار دیا۔ جہاں تک آپؐ کے قول کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم آیت ۴، ۵) یعنی ہمارا یہ عبدِ کامل اپنی خواہشِ نفسانی سے کلام نہیں کرتا بلکہ اِس کا کلام خدا کی طرف سے نازل ہونے والی وحی ہے۔ اور جہاں تک آپؐ کے فعل کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال آیت ۱۸) یعنی اے ہمارے عبدِ کامل! جب تُو نے بدر کے موقع پر کفار کے لشکرِ جرار کی طرف کنکر پھینکے تھے تو وہ تُو نے نہیں بلکہ ہم نے پھینکے تھے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے آپؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیتے ہوئے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح آیت ۱۱) یعنی اے ہمارے عبدِ کامل وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر تیرا ہاتھ نہیں بلکہ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ عبودیتِ کاملہ کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرآن شریف میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو . . . . خدا کا قول اور فعل ٹھہرایا گیا ہے۔ مثلاً قول کی نسبت یہ آیت ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یعنی اس نبی کا قول بشری ہوا و ہوس کے چشمہ سے نہیں نکلتا بلکہ اس کا قول خدا کا قول ہے۔ اب دیکھو کہ اس آیت کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کُل اقوال خدا تعالیٰ کے اقوال ثابت ہوتے ہیں۔

پھر اس کے مقابل پر ایک دوسری آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کے افعال بھی خدا تعالیٰ کے افعال ہیں جیسا کہ فرمایا ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنی تو نے جو کچھ چلایا وہ تُو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال بھی خدا کے افعال ہیں۔" (ریویو آف ریلیجنز جلد ا نمبر ۶ صفحہ ۲۱۶)

عبودیتِ کاملہ کا یہ وہ انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام ہے کہ جو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔ چنانچہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کا ہر فعل حتیٰ کہ ہر حرکت و سکون عبادت نظر آتا ہے اور آپؐ اپنے ہر قول اور ہر فعل سے صفاتِ الٰہیہ کے مظہرِ اتم ثابت ہوتے ہیں۔

دعویٰ نبوت سے قبل کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت میں آپؐ کی محویت و استغراق کا یہ عالم تھا کہ خود کفارِ مکّہ یک زبان ہو کر پکار اُٹھے تھے قَدْ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ کہ محمدؐ تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے اور دعویٰ رسالت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقامِ عبودیتِ کاملہ کی عملی کیفیت اور شان حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی زبانی سنئے۔ وہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ لِيُصَلِّيَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ اَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا -

یعنی عبدِ کامل اور صفاتِ الٰہیہ کے مظہرِ اتم صلی اللہ علیہ وسلّم راتوں کو نمازِ تہجد کے دوران اتنی اتنی دیر تک کھڑے رہتے تھے کہ آپؐ کے پاؤں اور بعض اوقات پنڈلیاں تک متورم ہو جاتی تھیں اور جب آپؐ سے کہا جاتا کہ آپؐ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں تو آپؐ فرماتے کہ کیا میں اپنے رب کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

پھر یہی نہیں کہ فرض نمازوں اور نوافل کی ادائیگی میں آپؐ نے یہ استغراق دکھایا بلکہ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر وقت اور ہر حال میں آپؐ اس کثرت سے ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ آپؐ کا ہر سانس جو آپؐ نے اس دنیا میں لیا ذکرِ الٰہی سے معمور ہوتا تھا۔ اس پر احادیث میں مذکور تسبیح و تحمید کے وہ کلمات اور وہ بیشمار دعائیں گواہ ہیں جن سے ہر لحظہ اور ہر آن آپؐ کی زبانِ مبارک تر رہتی تھی۔ ذکر الٰہی میں آپؐ کی اس محویت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "نجم الہدیٰ" میں فرماتے ہیں:-

"نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی روح نے خدا تعالیٰ کی وہ تعریف کی جو کوئی فکر اُس کے بھیدوں تک نہیں پہنچ سکتا اور کوئی آنکھ اُس کے نوروں کی حدود کو پا نہیں سکتی۔ آپؐ نے خدا کی تعریف کو کمال تک پہنچا یا یہاں تک کہ آپؐ اُس کے ذکروں میں گم اور فنا ہو گئے۔ اور آپؐ کے اسقدر تعریف کرنے اور خدا تعالیٰ کو قابل تعریف ٹھہرانے کا سرّ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے متواتر اور پے در پے آپؐ پر اپنے فضل نازل کئے اور وہ عنایت آپؐ کے شاملِ حال کی کہ جس نے ایک طرفۃ العین بھی آپؐ کو اپنی کوشش اور سعی کا محتاج نہ کیا یہانتک کہ وجہ اللہ نے آپؐ کے دل کو چیر کر اپنا دخل اُس میں کیا اور اپنی محبت میں اس کو یگانہ بنایا۔ پس محسنِ حقیقی کی تعریف کے لئے آپ کے دل نے جوش مارا اور خدا تعالیٰ کی تعریف آپؐ کی دلی مراد ہو گئی۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز آپؐ کے رسولوں اور نبیوں اور ابدالوں اور ولیوں میں سے کسی کو عطا نہیں ہوا...... اِسی وجہ سے کوئی نبی یا رسول پہلے نبیوں اور رسولوں میں سے **احمدؐ** کے نام سے موسوم نہیں ہوا۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے خدا کی توحید اور ثناء ایسی نہیں کی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے کی...... پس کامل طور پر بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے کوئی

مہدی نہیں۔ اور نہ کامل طور پر بجز آنجنابؐ کے کوئی احمدؐ ہے۔" (نجم الہدیٰ صلا)

پھر مخصوص عبادات اور زبانِ مبارک سے ہر آن جاری رہنے والے ذکر الٰہی میں ہی نہیں بلکہ روزمرہ کے دیگر معمولات یعنی رفتار و گفتار میں، سفر و حضر میں، نشست و برخاست میں۔ زن و شوئی کے تعلقات میں، بیاہ شادی کے معاملات میں، میدانِ کارزار کی سرگرمیوں میں ۔ حکومت اور نظم و نسق کی گتھیاں سلجھانے میں۔ الغرض عملی زندگی کے ہر شعبہ میں آپکا دھیان صرف اور صرف ایک ہی طرف نظر آتا ہے۔ یعنی حصولِ رضائے الٰہی کی طرف ۔ عملی زندگی میں عبودیتِ کاملہ کے ایسے مہتم بالشان اظہار سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ۔ یعنی اے عبدِ کامل تو ان لوگوں کے سامنے یہ اعلان کر دے کہ میں ہی عبد کامل ہوں۔ اس لئے کہ میری نمازیں میری قربانیاں میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

آپؐ کی سیرۃ طیبہ اور حیاتِ مقدسہ سے اس کی عملی مثالیں پیش کرنے کی فی الوقت گنجائش نہیں۔ البتہ اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ عبودیتِ کاملہ کے انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے آپؐ کا دل ہر قسم کی قساوت کجی اور ناہمواری سے اسقدر مبرّا اور اس درجہ صاف و شفاف واقع ہوا تھا کہ آپؐ کے مقدس و مطہر وجود میں کیا دوست اور کیا دشمن سب کو ہی اللہ تعالیٰ جلوہ فگن دکھائی دیا اور اُس کے مسحور کن جلوے کو دیکھ کر وہ بے اختیار جھوم اُٹھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خون کے پیاسے اور جانی دشمن بھی جو خون آشام ارادے لے کر دربار نبوی میں آئے آپؐ کے وجود باجود میں خدائے ذوالعرش کو جلوہ فگن دیکھ کر اُس واحد و یگانہ معبودِ حقیقی پر ایمان لا کر ہی واپس لوٹے اور ان میں سے بعض ایمان نہ لانے کے باوجود بے انتہا مرعوب اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ کون نہیں جانتا کہ عمر بن خطابؓ جو قتل کے ارادہ سے تلوار ہاتھ میں لئے انتہائی غضبناک حالت میں آئے تھے اس عبدِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں خدائے واحد کا ایسا مسحور کن جلوہ نظر آیا کہ طرفۃ العین میں ان کی کایا پلٹ گئی اور وہ بے اختیار پکار اُٹھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد و یگانہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ خدا کا سچا اور برحق رسول ہے۔ اور کس کو نہیں معلوم کہ سراقہ بن جعشم جو مکہ سے ہجرت کے وقت قتل کے ارادہ سے دیوانہ وار آپؐ کا تعاقب کر رہا تھا آپؐ کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھ کر ایسا مبہوت اور لرزہ براندام ہوا کہ آیا تو تھا قتل کرنے لیکن آپؐ کی اُس بے سرو سامانی کے عالم میں خود آپؐ سے آئندہ کے لئے امن کی تحریر اور کسریٰ کے کنگنوں کی بشارت لے کر اس حال میں واپس لوٹا کہ اس کا دل مسلمان ہو چکا تھا۔ اور کس سے پوشیدہ ہے عتبہ بن ربیعہ کا واقعہ کہ جب قریش کی طرف سے اُسے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر توحید کی منادی سے باز آنے کے عوض بڑے گھرانے میں شادی، ریاست کی سربراہی اور انعام و دولت کی

پیشکش کی اور آپؐ نے اسے جو جواب دیا تو آپؐ کے وجود میں اُس نے خدائے واحد و یگانہ کا ایسا حیران کن جلوہ دیکھا کہ عتبہ وہ عتبہ نہ رہا اور اُس نے واپس جا کر قریش سے کہا کہ محمدؐ جو کلام پیش کرتا ہے وہ شاعری نہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت کاملہ کی انتہائی زرخیز زمین سے محبتِ الٰہی کے ایسے سدا بہار درخت نمودار ہوئے کہ ان کے شیریں اور طیّب اثمار سے ایک دنیا فیضیاب ہوئی۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم قدر مراتب عبودیت کے مراحل طے کر کے عبادت میں محویت اور فنا کے اُس مقام تک پہنچے کہ خود عبدِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی کہ اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِی اَصْحَابِیْ میری ظلیت کے طفیل میرے صحابہؓ میں بھی اللہ ہی اللہ ہے۔ نیز فرمایا۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ میرے صحابہؓ عبودیت کے اُس مقام پر ہیں کہ ان میں خدائی نور چمک رہا ہے اور وہ ستاروں کی مانند درخشاں ہیں اُن میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

پھر آپؐ کی عبودیتِ کاملہ کا فیضان آپؐ کے بعد بھی جاری رہا حتّٰی کہ تیرہ صدیاں بعد آپؐ کے ظلِّ کامل اور بروزِ کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کو ظہور میں لانے کا موجب بنا جنہوں نے آپؐ کی ظلّیت میں عبودیت کا وہی نمونہ دکھا کر دنیا پر ثابت کر دکھایا کہ بلاشک گزشتہ انبیاءؑ بھی اپنی اپنی جگہ عبودیت کے مقام پر فائز تھے لیکن ان کی عبودیت کا فیض ان کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ پر وہ عبدِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم جو دائمی طور پر عبودیتِ کاملہ کے انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہے اُس کی عبودیت کا فیض جاری ہے اور اُس کی عبودیتِ کاملہ کے شیریں و طیّب اثمار اُکُلُہَا دَائِمٌ کے مصداق ہیں اور میں خود اس کا درخشندہ و تابندہ ثبوت ہوں۔

ایسے محسنِ اعظم اور مربیِ حقیقی صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے پایاں کو دیکھ کر جس کی عبودیت کاملہ کے فیضان سے تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ہم اسی طرح متمتع ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ جس طرح آغاز اسلام میں صحابہؓ متمتع ہوئے تھے۔ ہماری روحوں اور قلوب کی گہرائیوں سے ہر آن یہ دُعا نکل نکل کر عرشِ الٰہی سے ٹکرانی چاہیئے کہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؂

— (کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام) —

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جاودانی زندگی پر ایک بھاری دلیل

آپؐ کی عدیم النظیر قوّتِ احیا اور اس کے ہمیشہ جاری رہنے والے دائمی کرشمے

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع اور آپ کی ذاتِ والا صفات کے ساتھ محبّت و عشق کو اس کمال تک پہنچایا کہ کوئی اور شخص اس تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس لئے یہ آپ ہی کا حق تھا کہ آپ اِس زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی مدح و ثنا اور تعریف بیان فرماتے اور اِس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے انتہائی ارفع و اعلےٰ مقام، فہم و ادراک سے بالا شان اور بے مثال اور لازوال حسن و احسان سے دنیا کو آگاہ فرماتے۔ ذیل میں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر آپؑ کی بعض ایسی تحریرات ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں جن میں آپ نے اپنے قلمِ اعجاز رقم سے اپنے محبوب کی نہایت ہی دلکش اور دلاویز تصویر کھینچ کر دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ (ادارہ)

---

(۱) "قیامت کا نمونہ روحانی حیات کے بخشنے میں اُس ذاتِ کامل الصفات نے دکھلایا جس کا نام نامی محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سارا قرآن اوّل سے آخر تک یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہ رسولؐ اس وقت بھیجا گیا تھا کہ جب تمام دنیا کی روح میں مر چکی تھیں اور فسادِ روحانی نے بر و بحر کو ہلاک کر دیا تھا۔ تب اس رسولؐ نے آکر نئے سرے سے دنیا کو زندہ کیا اور زمین پر توحید کا دریا جاری کر دیا۔

اگر کوئی منصف فکر کرے کہ جزیرۂ عرب کے لوگ اوّل کیا تھے اور پھر اس رسولؐ کی پیروی سے کیا ہو گئے اور کیسی ان کی وحشیانہ حالت اعلےٰ درجہ کی انسانیت تک پہنچ گئی اور کس

صدق و صفا سے انہوں نے اپنے ایمان کو اپنے خونوں کے بہانے سے اور اپنی جانوں کے فدا کرنے اور اپنے عزیزوں کو چھوڑنے اور اپنے مالوں اور عزتوں اور آراموں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں لگانے سے ثابت کر دکھلایا۔ تو بلاشبہ ان کی ثابت قدمی اور ان کا صدق اور اپنے پیارے رسولؐ کی راہ میں ان کی جانفشانی ایک اعلیٰ درجہ کی کرامت کے رنگ میں اس کو نظر آئے گی۔ وہ پاک نظر ان کے وجودوں پر کچھ ایسا کام کر گئی کہ وہ اپنے آپ سے کھوئے گئے اور انہوں نے فنا فی اللہ ہو کر صدق اور راستبازی کے وہ کام دکھلائے جس کی نظیر کسی قوم میں ملنا مشکل ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے عقائد کے طور پر حاصل کیا تھا وہ یہ تعلیم نہ تھی کہ کسی عاجز انسان کو خدا مانا جائے یا خدا تعالیٰ کو بچوں کا محتاج ٹھہرایا جائے۔ بلکہ انہوں نے حقیقی خدائے ذوالجلال جو ہمیشہ سے غیر متبدل اور حیّ و قیوم اور ابن اور باپ ہونے کی حاجات سے منزہ اور موت اور پیدائش سے پاک ہے بذریعہ اپنے رسول کریمؐ کے شناخت کر لیا تھا۔ اور وہ لوگ سچ مچ موت کے گڑھے سے نکل کر پاک حیات کے بلند مینار پر کھڑے ہو گئے تھے اور ہر ایک نے ایک تازہ زندگی پالی تھی اور اپنے ایمانوں میں ستاروں کی طرح چمک اٹھے تھے۔ سو درحقیقت ایک ہی کامل انسان دنیا میں آیا جس نے ایسے اتم اور اکمل طور پر یہ روحانی قیامت دکھلائی اور ایک زمانہ دراز کے مردوں اور ہزاروں برسوں کے عظم رمیم کو زندہ کر دکھلایا۔ اس کے آنے سے قبریں کھل گئیں۔ اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑ گئی۔ اور اس نے ثابت کر دکھلایا کہ وہی حاشر اور وہی روحانی قیامت ہے جس کے قدموں پر ایک عالم قبروں میں سے نکل آیا۔ اور بشارت رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً۔ تمام جزیرۂ عرب پر اثر انداز ہو گئی۔

اور پھر اس قیامت کا نمونہ صحابہؓ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ اس خداوند قادر و قدیر نے جس نے ہر قوم اور ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے اس بشیر و نذیر کو مبعوث کیا تھا ہمیشہ کے لئے جاودانی برکتیں اس کے پیچھے تا بعد ادوار یعنی رکھ دیں۔ اور وعدہ کیا کہ وہ نور اور وہ روح القدس جو اس کامل انسان کے صحابہؓ کو دیا گیا تھا۔ آنے والے متبعین اور صادق الاخلاص لوگوں کو بھی ملے گا۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۰۶ تا ص۲۰۸)

(۲) " آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جاودانی زندگی پر یہ بھی بڑی ایک بھاری دلیل ہے کہ حضرت ممدوحؐ کا فیض جاودانی جاری ہے۔ اور جو شخص اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ بلاشبہ قبر میں سے اٹھایا جاتا ہے اور ایک روحانی زندگی اس کو بخشی جاتی ہے نہ صرف

خیالی طور پر بلکہ آثارِ صحیحہ صادقہ اس کے ظاہر ہوتے ہیں اور آسمانی مددیں اور سماوی برکتیں اور روح القدس کی خارق عادت تائیدیں ان کے شامل حال ہو جاتی ہیں اور وہ تمام دنیا کے انسانوں میں سے ایک منفرد انسان ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خداتعالیٰ اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور اپنے اسرار خاصہ اس پر ظاہر کرتا ہے۔ اور اپنے حقائق و معارف کھولتا ہے اور اپنی محبت و عنایت کے چمکتے ہوئے علامات اس میں نمودار کر دیتا ہے۔ اور اپنی نصرتیں اس پر اتارتا ہے اور اپنی برکات اس میں رکھ دیتا ہے۔ اور اپنی ربوبیت کا آئینہ اس کو بنا دیتا ہے۔ اس کی زبان پر حکمت جاری ہوتی ہے۔ اور اس کے دل سے نکات لطیفہ کے چشمے نکلتے ہیں اور پوشیدہ بھید اس پر آشکار کئے جاتے ہیں۔ اور خداتعالیٰ ایک عظیم الشان تجلّی اس پر ظاہر فرماتا ہے اور اس سے نہایت قریب ہو جاتا ہے اور وہ اپنی استجابت دعاؤں میں اور اپنی قبولیتوں میں اور فتح ابواب معرفت میں اور انکشاف اسرار غیبیہ میں اور نزول برکات میں سب سے اوپر اور سب پر غالب رہتا ہے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۲۱ و صفحہ ۲۲۳)

(۳) " دُنیا میں صرف دو زندگیاں قابلِ تعریف ہیں (۱) ایک وہ زندگی جو خدا تعالیٰ حیّ و قیّوم مبدءِ فیض کی زندگی ہے (۲) دوسری وہ زندگی جو فیض بخش اور خدا نما ہو۔ سو آؤ ہم دکھاتے ہیں کہ وہ زندگی صرف ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ جس پر ایک زمانہ میں آسمان گواہی دیتا رہا ہے۔ اور اب بھی دیتا ہے۔ اور یاد رکھو جس میں یہ نہ تھا نہ زندگی نہیں وہ مردہ ہے نہ زندہ اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بد ذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پُر ہوتے ہوئے پایا اور اس قدر نشان غیبی دیکھے کہ ان کے کھلے کھلے نوروں کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔" (تریاق القلوب صفحہ ۵)

(۴) " اگر کوئی زندہ نبی ہے تو وہ ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اکثر اکابر نے حیات النبی پر کتابیں لکھی ہیں اور ہمارے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایسے زبردست ثبوت ہیں کہ کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ منجملہ ان کے ایک یہ بات ہے کہ زندہ نبی وہی ہو سکتا ہے جس کے برکات اور فیوض ہمیشہ کے لئے جاری ہوں۔ اور یہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ

کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک کبھی بھی مسلمانوں کو ضائع نہیں کیا۔ ہر صدی کے سر پر اس نے کوئی آدمی بھیج دیا جو زمانہ کے مناسب حال اصلاح کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس صدی پر اس نے مجھے بھیجا ہے تا کہ میں اس حیات النبی کا ثبوت دوں۔" (الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۶ء)

(۵) "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کا آفتاب ہمیشہ چمکتا ہے اور سعادت مندوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی ان کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ کے محبوب بن جاؤ تو میری اطاعت کرو۔ اللہ تعالےٰ تم سے محبت کرے گا۔ آپؐ کی سچی اطاعت اور اتباع انسانوں کو اللہ تعالےٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہوتی ہے۔" (الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء)

(۶) "سعادتِ عظمیٰ کے حصول کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک ہی راہ رکھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جاوے۔ جیسا کہ اس آیت میں صاف فرما دیا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی آؤ میری پیروی کرو تا کہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے۔"

(الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۱ء)

(۷) "میں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح پر ایک سچے مسلمان کو لانا چاہیئے۔ میں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف اور صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے ورنہ نہیں آپؐ کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔" (الحکم ۱۷ ستمبر ۱۹۰۶ء)

(۸) "محبوبیت اور قبولیت اور ولایت حقہ کا درجہ ..... بجز اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور سچے متبع کے مقابل پر اگر کوئی عیسائی یا آریہ یا یہودی قبولیت کے آثار و انوار دکھلانا چاہے تو یہ اس کے لئے ہرگز ممکن نہ ہوگا۔"

(ایک عیسائی کے تین سوالات اور ان کے جواب صفحہ ۲۷)

(۹) "میں کھول کر کہتا ہوں اور یہی میرا عقیدہ اور مذہب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور نقشِ قدم پر چلنے کے بغیر انسان کوئی روحانی فیض اور فضل حاصل نہیں کر سکتا۔"

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۶ء)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

لَهٗ رُتْبَةٌ فِيْهِ الْمَدَائِحُ تُحْصَرُ

(آنحضرتؐ کا رتبہ ایسا بلند ہے کہ اس میں تمام مدح ختم ہو جاتی ہے)

وَفِيْ كُلِّ اَقْوَامٍ ظَلَامٌ مُدَمِّرٌ ۔۔۔ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ بَدْرٌ مُنَوِّرٌ

اور سب قوموں میں ہلاک کرنے والی تاریکی ہے اور یقیناً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود روشنی دینے والا چودھویں رات کا چاند ہے

وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ مُهْجَةُ مُهْجَتِيْ ۔۔۔ وَمِنْ ذِكْرِهِ الْاَحْلٰى كَاَنِّيْ مُثْمِرٌ

اور یقیناً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری جان کی جان ہیں اور آپؐ کے میٹھے ذکر سے میں ثمردار ہوا ہوں.

وَلَيْسَ طَرِيْقُ الْهُدٰى اِلَّا اتِّبَاعُهٗ ۔۔۔ وَمَنْ قَالَ قَوْلًا غَيْرَهٗ فَيُتَبَّرُ

آپؐ کی پیروی کے سوا ہدایت کا کوئی اور راستہ نہیں اور جس شخص نے اس کے بغیر اور کچھ کہا وہ ہلاک ہو گا.

وَوَ اللّٰهِ اِنَّ كِتَابَنَا بَحْرُ الْهُدٰى ۔۔۔ وَتَاللّٰهِ اِنَّ نَبِيَّنَا مُتَبَقِّرٌ

اللہ تعالیٰ کی قسم ہماری کتاب یعنی قرآن کریم ہدایت کا سمندر ہے اور اللہ تعالےٰ کی قسم ہمارا نبی کثیر العلم ہے.

وَيَبْقٰى اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ دِيْنُهٗ ۔۔۔ لَهٗ مِلَّةٌ بَيْضَاءُ لَا تَتَغَيَّرُ

آپؐ کا دین قیامت تک باقی رہے گا اور آپؐ کی ملتِ بیضا کبھی تغیر پذیر نہیں ہو گی.

لَهٗ دَرَجَاتٌ لَا شَرِيْكَ لَهٗ بِهَا ۔۔۔ لَهٗ فَيْضُ خَيْرٍ لَا تُضَاهِيْهِ اَبْحُرٌ

آپؐ کے بلند درجات میں آپؐ کا اور کوئی شریک نہیں اور آپؐ کے افاضۂ خیر کی سمندر بھی برابری نہیں کر سکتے۔

اَلَا مَا هَرَفْنَا فِيْ ثَنَاءِ رَسُوْلِنَا ۔۔۔ لَهٗ رُتْبَةٌ فِيْهِ الْمَدَائِحُ تُحْصَرُ

خبردار! ہم نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں مبالغہ نہیں کیا اور آپ کا رتبہ ایسا بلند ہے کہ اس میں تمام مدح ختم ہو جاتی ہے

(کرامات الصادقین)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

محمدؐ کزو بست نقشِ جہاں

(محمدؐ ہی ہیں کہ جن کی وجہ سے اِس جہاں کا نقش قائم ہوا)

رسولِ خدا پرتو از نورِ اوست	ہمہ خیرِ ما زیرِ مقدورِ اوست

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے نور کا ایک پرتو ہیں اور ہماری ساری بھلائیاں اس کے مقدور کے نیچے ہیں۔

ہماں سرور و سید و نورِ جاں	محمدؐ کزو بست نقشِ جہاں

وہی سردار، سید اور نورِ جاں محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جن کی وجہ سے اس جہان کا نقش قائم ہوا۔

کسے کش بود مصطفٰے راہ نما	سرِ بخت او باشد اندر سما

جس کے رہبر محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہوں اس کے نصیبے کا سرا آسمان تک جا پہنچتا ہے

پُر از یاد اوہست جان و دلم	بخواب اندر اندیشہ ہم نگسلم

میرے جان و دل آپؐ کی یاد سے پُر ہیں خواب کے اندر بھی مجھے کوئی اَور خیال نہیں آتا۔

بہ غم خواریت گویم اے نیک مرد	نہ باید بہ غم خوار دل رنجہ کرد

اے نیک مرد تیری غم خواری کی وجہ سے یہ کہہ رہا ہوں اور کسی غم خوار کی بات کی وجہ سے رنج محسوس نہیں کرنا چاہیئے

کہ انکار بر زندگیٔ نبیؐ	نشان است بر موت دلہا جلی

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا انکار دلوں کی موت کا واضح نشان ہے۔

جہاں جملہ مردہ فنا دست وزار	یکے زندہ اوہست از کردگار

سارا جہان مُردہ اور بیمار ہے خدا ئے کردگار کی طرف سے صرف آپؐ ہی زندہ ہیں۔

(بدر ۲۹ اپریل ۱۹۰۹ء)

حقیقتِ محمدیہ کا عرفان اور اس کا ایک اہم تقاضا

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۰ ماہ امان ۱۳۴۹ ہش (مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۷۰ء) کو مسجد مبارک میں حقیقت محمدیہ کے عرفان پر نہایت بصیرت افروز پیرایہ میں روشنی ڈالکر اس کے ایک اہم تقاضہ کو بہت ہی مسحورکن انداز میں واضح فرمایا تھا۔ اور احباب جماعت کو اس ضمن میں ایک خاص امر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس خطبہ کا ایک ضروری اقتباس ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

ہم جو حقیقت محمدیہ کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور اس بات پر علی وجہ البصیرت قائم ہیں کہ آپؐ ہی ختم المرسلین اور خاتم الانبیاء ہیں ہم اپنے نفوس میں بھی یہ مشاہدہ کرتے ہیں اور ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ دنیا بھی اس بات کو سمجھنے لگے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتا ہے نقشِ قدم پر چلنے میں تین باتیں آتی ہیں۔ اوّل یہ کہ آپؐ کے حسن کو جاننا جس کے نتیجہ میں محبت پیدا ہوتی ہے پس نقشِ قدم پر چلنے کے لئے ضروری ہے کہ آپؐ کے حسن کا علم حاصل کرکے بے اختیار ہو کر آپؐ کی محبت میں میں کھو جانا۔ دوئم یہ کہ آپؐ کی عظمت کو پہچاننا۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ایک عظیم نعرہ تھا جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں آپؐ کے مظہرِ الوہیت ہونے کا لگایا گیا جو عظمت اور جلال ہمیں اللہ تعالیٰ میں (جو کہ تمام صفاتِ حسنہ سے متصف اور ہر عیب سے پاک ہے) نظر آتا ہے۔ وہ عظمت اور جلال ظلّی طور پر ہمیں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں نظر آتا ہے کیونکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں پس اللہ تعالیٰ کی ظلیت میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو عظمت وجلال حاصل ہوا اس کی قدر کرنا اور اس کو پہچاننا آپؐ کے نقشِ قدم پہ چلنے کے لئے ضروری ہے تا کہ ہر انسان اپنے ظرف کے مطابق روحانی ترقی کرتا ہوا اپنے رب کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرے۔ اور اس کی صفات کا زیادہ سے زیادہ مظہر بن سکے۔

نقشِ قدم پر چلنے کے لئے تیسری ضروری بات یہ ہے کہ آپؐ کی کامل اطاعت کی جائے پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور آپؐ کی عظمت اور جلال اور آپ کے مقام کو پہچانتا ہے اور اس عشق کے نتیجہ میں اور اس عظمت کے رعب کے سبب میں آپ کی کامل اطاعت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی

کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ اور اسے وہ ہر چیز مل جاتی ہے جو ایک محبوب کو محبت کرنے والے پیارے سے ملا کرتی ہے چونکہ ہر چیز خدا تعالیٰ کی ہے اس لئے جو خدا تعالیٰ کا محبوب بن گیا اسے تو سب کچھ مل گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

پھر ہم جو حقیقت محمدیہ کا عرفان رکھتے ہیں۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم اس صفت میں کہ آپؐ انسانیت کے محسنِ اعظم ہیں یکتا اور بے نظیر ہیں۔ آپ کی محسنانہ ہمدردی اور مشفقانہ غمخواری کا کسی ایک فرد یا ایک قبیلہ یا ایک خاندان سے تعلق نہیں بلکہ ساری دنیا سے اس کا تعلق ہے۔ پھر کسی ایک زمانہ سے اس کا تعلق نہیں قیامت تک کے زمانوں سے اس کا تعلق ہے۔ ایسی سچی کامل اور ہمہ گیر ہمدردی کسی اور وجود میں تو ہمیں نظر نہیں آتی۔ ویسی ہمدردی تو لجا میں تو سمجھتا ہوں اس کا ہزارواں حصہ بھی اس کا کروڑواں حصہ بھی ہمیں کہیں اور نظر نہیں آتا۔ اور اگر کسی شخص کی فضیلت اس کے ان کاموں سے ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی ثابت ہو۔ تو ہم گواہی دیتے ہیں اور اس حقیقت کی دنیا میں منادی کرتے ہیں کہ اس صفت میں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم سب نبیوں اور تمام انسانوں سے بڑھ کر بے نظیر انسان ہیں اور بھی بہت سی باتیں ہیں مگر اس وقت میں نے صرف بعض کو لیا ہے۔ اور جماعت کو یہ بتلانے کی کوشش کی ہے۔ (میں امید رکھتا ہوں کہ آپ اس بات کو سمجھ گئے ہونگے) کہ مقام محمدیہ کی جو معرفت ہمیں حاصل ہے۔ آج وہ ہمارے غیر کو حاصل نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک کروڑوں اربوں لوگ ایسے پیدا ہوئے جنہیں اپنے اپنے ظرف کے مطابق یہ معرفت ملی۔ ہم نے اس عرفان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور پہلوں کی طرح جنہیں یہ عرفان اور معرفت عطا ہوئی تھی حقیقی معنی اور عارفانہ رنگ میں آج اگر کوئی "خاتم الانبیاء زندہ باد" کا نعرہ لگا سکتا ہے تو وہ ہم ہی ہیں۔ ہم جب

-- خاتم الانبیاء زندہ باد

-- ختم المرسلین زندہ باد

کا نعرہ لگاتے ہیں تو ہمارا یہ نعرہ عارفانہ نعرہ ہے۔ ہم اس حقیقت کو پہچانتے ہیں۔ اور ہمارے دل کی گہرائی ہماری روح کی وسعتوں اور ہمارے جسم کے ذرہ ذرہ سے یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ

-- خاتم الانبیاء زندہ باد

-- ختم المرسلین زندہ باد

لیکن بعض وہ بھی ہو سکتے ہیں جنہوں نے تاریخ کی دوریوں اور ماضی کے دھندلکوں میں افق انسانی پر دور سے ایک چمک تو دیکھی اور اس چمک سے وہ ایک حد تک گھائل بھی ہوئے لیکن ابر رحمت ان پر نہیں برسا۔ ماضی کے دھندلکوں میں وہ جو ایک چمک انہیں نظر آئی اس پر فریفتہ ہو کر اور اس کے عاشق ہو کر وہ بھی خاتم الانبیاء زندہ باد کا نعرہ لگا لیتے ہیں۔ لیکن ان کا نعرہ عارفانہ نعرہ نہیں ہے بلکہ مجوبانہ نعرہ ہے۔ وہ اس مقام کو پہچانتے تو نہیں۔ صرف ایک جھلک سے وہ گھائل ہو چکے ہیں۔ اور ہم خوش ہیں کہ وہ پاک وجود جو ہمارے دل ہمارے دماغ اور ہماری روح اور ہمارے جسم پر حکومت کر رہا ہے اس کے حق میں مجوبانہ نعرے بھی لگ جاتے ہیں

زندگی کے تمام شعبوں میں کامل رہنمائی کرنے والا مقدس مطہر وجود

بنی نوع انسان کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی اُسوہ حسنہ ہیں

(مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاھد۔ ربوہ)

ہمارے پیارے نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام المرسلین، حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفاتِ الٰہیہ کے مظہرِ اتم ہیں اور آنحضور کے اقوال وافعال دراصل اقوال وافعالِ الٰہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کو ربّ العرش نے قرآن مجید میں تمام اوّلین و آخرین کے لئے کامل اور مکمّل اُسوہ اور نمونہ قرار دیا ہے۔ جیساکہ فرمایا:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (احزاب ع۳)

یعنی تمہارے لئے جو اللہ اور اُخروی دن سے ملنے کی اُمید رکھتے ہیں اور اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں اللہ کے رسول میں اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

اور اسی بنا پر یہ اعلانِ عام فرمایا ہے کہ:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ع۴)

یعنی اے شرق و غرب میں بسنے والو! اگر تم خدا سے محبّت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو۔ تم درگاہِ الٰہی کے مقبولوں اور محبوبوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

آج جبکہ ساری دنیا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر ایک برادری کے حکم میں ہو گئی ہے اسے اپنی انفرادی واجتماعی، مادّی و اخلاقی اور ذہنی و روحانی زندگی کی بقاء کے لئے ایک ایسے پاک اور مقدس نمونہ کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں اس کی کامل رہنمائی کر سکے۔ اور یہ کامل نمونہ تمام سلسلہ انبیاء میں صرف اور صرف ہمارے آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں جو قرآن مجسّم تھے! جن کی آنکھیں قرآنی انوار کی تجلّی گاہ تھیں اور جن کے کلمات قرآنی باغ کے پھول تھے۔ چنانچہ جب کسی شخص نے حضرت

اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اخلاقِ نبوی اور شمائلِ نبوی کیسے تھے؟ تو انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن یعنی حضور علیہ السلام کے ارفع اور وسیع اخلاق کی رفعتوں اور عظمتوں کا بیان تو مجھ سے نہیں ہو سکتا بس یہ سمجھ لو کہ حضورؐ قرآن مجید کی تعلیم کا عملی نمونہ تھے۔ اگر قرآن خدا کا قول ہے تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمل خیال کیجئے۔ اور حضورؐ کی حیاتِ طیبہ شاہدِ ناطق ہے کہ ایک انسان پر اس کی زندگی میں جس قدر بھی مختلف اور متضاد حالات آسکتے ہیں وہ سب کے سب کسی نہ کسی صورت اور رنگ میں آپؐ پر ضرور وارد ہوئے۔ جو اس بات کا قطعی اور حتمی ثبوت ہے کہ حضور علیہ السلام ہی پوری دُنیا کے لئے کامل نمونہ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ بچپن، جوانی، بڑھاپا، غریبی، امیری، محکومیت، حاکمیت، صلح، جنگ، خلوت، جلوت، تجرّد، شادی، بیماری، تندرستی، ملازمت، تجارت، گمنامی، شہرت میں حتّٰی کہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیکِ مقتدر کے ایک طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھنے کے باوجود اخوّت اور دوستی غرضیکہ انسانی زندگی کے سینکڑوں ادوار ہیں جن میں حضورؐ نے اِس شان و تمکنت سے قدم مبارک رکھا کہ آپؐ ہر موقعہ پر خُلقِ عظیم کے سب سے بلند اور پُرشکوہ میناروں تک جا پہنچے اور اخلاق، تمدن، تعلیم، تربیت، شرف انسانیت، اقتصادیات اور روحانیت وغیرہ شعبہ حیات کے تمام گوشوں میں حضورؐ نے پوری انسانیت کی مکمّل راہنمائی اور کامیاب قیادت فرمائی۔ اور بلاشبہ آج دنیا کا ایک ایک فرد زندگی کے ہر پہلو میں آپؐ کی پیروی اور اقتدا کر کے اپنی زندگی کو ہر لحاظ سے اعلیٰ سے اعلیٰ رنگ میں گزار سکتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

آفتاب و ماہتاب چہ ماند بدو ÷ در دلش از نورِ حق صد نیرّے
آفتابِ ہر زمین و ہر زماں ÷ رہبرِ ہر اسود و ہر احمرے
سالکاں را نیست غیر از وے امام ÷ رہبراں را نیست جُز وے رہبرے

یعنی سورج اور چاند کو بھلا آنحضرتؐ سے نسبت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ آپؐ کے دل میں تو خدائی نور سے سو آفتاب روشن ہیں۔ آپؐ ہر مُلک اور ہر زمانہ کے لئے آفتاب اور ہر اسود و احمر کے لئے راہبر ہیں۔ آج لقاءِ الٰہی کی منزل پر چلنے والوں یعنی سالکوں کے لئے آپؐ کے سوا کوئی امام اور سپہ سالار نہیں اور نہ حق کے متلاشیوں کے لئے آپؐ کے سوا کوئی راہنما ہے۔ پھر فرماتے ہیں ؎

آں شہِ عالم کہ نامش مصطفیٰ ÷ سیدِ عشاقِ حق شمس الضحیٰ
آنکہ ہر نورے طفیلِ نورِ اوست ÷ آنکہ منظورِ خدا منظورِ اوست

یعنی تمام جہان کا بادشاہ جس کا نام مصطفیٰ ہے خدا تعالیٰ کے عاشقوں کا سردار اور شمس الضحیٰ ہے۔ ہر ایک نور اُسی کے طفیل سے ہے اور جو اس کا پیارا ہے وہ ہر شے کے خدا کا بھی محبوب ہے۔

قرآن مجید کی آیت لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔۔۔ الخ میں واضح الفاظ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور غلامی ہی کے نتیجہ میں انسان پر محبوبیتِ الٰہی کی چادر ڈالی جاتی ہے اور انوار و برکات عبدی کا اس رنگ میں نزول ہوتا ہے کہ وہ اپنے مولائے حقیقی سے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے ہمکلامی کا شرف بھی حاصل کرسکتا ہے اور کر لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت پُرشوکت الفاظ میں منادی فرمائی کہ :-

"مَیں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحبِ کرامات بنا دیتا ہے اور اُسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ مَیں اس میں صاحبِ تجربہ ہوں ۔۔۔۔
۔۔۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں ۔۔۔
۔۔۔ اسلام اِس وقت موسیٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چُپ ہو گیا آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔" (ضمیمہ انجام آتھم صد ۶۲)

حضرت مسیح الزمان علیہ السلام نے اِن مقدس کلمات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ کامل ہونے کے دو بنیادی تقاضوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اوّل آنحضورؐ سے سچی محبت رکھنا دوم سچی تابعداری اختیار کرنا۔

جہاں تک عشقِ محمدی کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی قلبی کیفیت جس والہانہ انداز میں بیان فرمائی ہے وہ اخلاص و فدائیت اور محبت و شیفتگی کی دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔ چنانچہ حضورؑ اپنے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کرتے ہیں ؎

يَا حِبِّ اِنَّكَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّةً ۞ فِيْ مُهْجَتِيْ وَمَدَارِكِيْ وَجَنَانِيْ

اے میرے پیارے تیری محبت میری جان، میرے حواس خمسہ اور میرے دل میں رچ بس گئی ہے۔

مِنْ ذِكْرِ وَجْهِكَ يَا حَدِيْقَةَ بَهْجَتِيْ ۞ لَمْ اَخْلُ فِيْ لَحْظٍ وَّلَا فِيْ اٰنٖ

اے میری مسرتوں کے باغ تیرے پیارے مُنہ کی یاد سے مَیں ایک لحظہ بھی خالی نہیں رہا۔

جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا ÷ یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانٖ
میرا جسم شدّتِ ذوق و شوق سے تیری طرف اُڑا چلا جاتا ہے اے کاش مجھ میں قوّتِ پرواز بھی ہوتی!

محبّتِ رسول کے اس عدیم النظیر جذبۂ عقیدت ہی کا وہ عکس تھا جو حضرت مصلح موعودؓ کی صورت میں نمودار ہوا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں :۔

"اُسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم، اُسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے، اُس کی غلامی میرے لئے عزّت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تختِ شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے، اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہتِ ہفت اقلیم ہیچ ہے وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اُس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اُس سے کیوں محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرّب ہے پھر میں کیوں اُس کا قُرب تلاش نہ کروں۔ میرا حال مسیح موعودؑ کے اِس شعر کے مطابق ہے کہ :۔

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمّرم ÷ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۸۵-۱۸۶)

اُسوۂ رسولؐ کا دوسرا تقاضا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یہ ہے کہ "سچّی تابعداری اختیار کرنا" حضور علیہ السلام اپنی جماعت کو اِس پہلو کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچّی اتباع سے خدا ملتا ہے اور آپؐ کی اتباع کو چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے گوہرِ مقصود اُس کے ہاتھ نہیں آ سکتا۔۔۔۔ آنحضرتؐ کی راہ کو ہرگز نہ چھوڑو۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لئے اُسوۂ حسنہ فرمایا لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلو اور ایک ذرّہ بھر بھی اِدھر اُدھر ہونے کی کوشش نہ کرو۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۵۶)

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ منزل بہت کٹھن اور یہ وادی بہت پُر خطر ہے مگر سالک کا فرضِ اوّلین

ہے کہ وہ اس راہ میں ایک غیور، وفا شعار اور جانباز خادم اور چاکر کی حیثیت سے ہمیشہ رواں دواں رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر چھوٹے بڑے ارشاد پر ہمیشہ عمل پیرا رہے اور کسی ایک حکم کو بھی سہل انگاری سے نظرانداز کرنے یا ترک کر دینے کو اپنی روحانی موت یقین کرے۔ اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک اہم فرمان شائع شدہ ہے جو ہر احمدی کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"تمہارا ایمان تو ایسا ہونا چاہیئے کہ اگر دس کروڑ بادشاہ بھی آکر کہیں کہ ہم تمہارے لئے اپنی بادشاہتیں چھوڑنے کے لئے تیار ہیں تم صرف ایک بات مان لو جو اسلام کے خلاف ہے تو تم ان دس کروڑ بادشاہوں سے کہہ دو کہ تُف ہے تمہاری اس حرکت پر۔ میں تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات کے مقابلہ میں تمہاری اور تمہارے باپ دادا کی بادشاہتوں کو جُوتی بھی نہیں مارتا۔"

(الفضل ۳۰ رجون ۱۹۴۲ء صفحہ ۱)

خدا کرے کہ ہم سب میں ایمان کی یہ کیفیت پیدا ہو جائے۔ ہمارا اپنا نقشِ ہستی بھی اور غیروں کے سب نقش بھی مٹ جائیں اور ہمارے دلوں میں ایک ہی نقش قائم ہو جائے اور وہ نقش محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نقش ہو۔ ہمارے سینوں میں الفت و محبت کا صرف وہ شہر آباد ہو جس میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پورے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ جلوہ افروز ہوں اور ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ آپ پر قربان اور فدا ہو جائے تا آسمان پر بھی آنحضورؐ کے سچے غلاموں اور خادموں میں شمار کئے جانے کے قابل ہو سکیں اور قیامت کے دن ہمیں شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔

سب سے بڑھ کر کامل اور مؤثر نمونہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"سب سے بڑھ کر کامل اور مؤثر نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔"

آنحضرتؐ کا پیدا کردہ معاشرتی انقلاب

آپؐ کا بے نظیر اسوۂ حسنہ اور اس کی پاک تاثیرات

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے)

اللہ تعالیٰ اسلام سے پہلے کے معاشرہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ٥ (آل عمران ع ۱۱)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ اسلام کے آنے سے قبل تمہاری یہ حالت تھی کہ تم دینی و اخلاقی اعتبار سے دنیوی ضلالت کے سمندر میں غرق ہونے کو تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں غرقابی سے بچانے کے لئے آسمان سے ایک رسّی پھینکی تاکہ تم اس کو پکڑ لو اور طوفانِ ضلالت میں غرق ہونے سے نجات پاؤ۔ پس تم اس حبل اللہ کو اللہ کی رسّی کو یعنی اللہ کے رسول کو اور اس کی سُنّت کو، قرآن کریم اور اس کی تعلیم کو اور اس کے ذریعہ قائم ہونے والے نظام کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ اختیار نہ کرو۔ اور اللہ کے احسان کو یاد کرو جو اُس نے تم پر کیا جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی جس کے نتیجہ میں تم اس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے اور تم فتنہ و فساد، تباہی اور جنگ و جدال کی آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے مگر اُس نے تمہیں اس آگ سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات و نشانات بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

اسی طرح اسلام سے پہلے دنیا کی حالت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرماتا ہے:۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ (سورہ روم ع ۵)

یعنی اِس وقت خشکی اور تری ہر دو میں فساد ظاہر ہو چکا ہے۔ یعنی الہام الٰہی پر بنیاد رکھنے والے مذاہب بھی خراب ہو چکے ہیں اور وہ مذاہب بھی جن کی بنیاد الہام پر نہیں ہے۔ مگر جس طرح تاریک راتا ت کے بعد دنیا کے ظاہری نظام میں اللہ تعالیٰ سورج چڑھاتا ہے اور شدتِ گرما کے وقت بارانِ رحمت نازل کرتا ہے بعینہٖ یہی عمل روحانی عالم میں بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ دنیا کی اِس مہیب تاریکی کے عالم میں بطحاءِ مکہ سے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کی طرف سے یہ ندا بلند ہوئی :۔

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ (سورۃ حدید ع ۲)

یعنی جان لو کہ اِس وقت اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مُردہ ہو جانے کے بعد ایک نئی زندگی عطا کرنے والا ہے۔

اِس تاریکی کے زمانہ میں ایک سورج نکلا جس نے اپنے جلوۂ عالمتاب سے کون و مکاں کو روشن کر دیا۔ اِس شدید تپش کے وقت اُفقِ مکہ سے ایک بادل اُٹھا جس نے پیاسی زمین پر رحمت کی بارشیں برسا دیں۔ (وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَآءً ثَجَّاجًا)

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اِس پیغام کو قبول کر لیا اُن کے ذریعہ سے اِسی دنیا میں ایک جنّتی معاشرہ معرضِ وجود میں آگیا جو ایک گھنے باغ سے مشابہ تھا جس کے ٹھنڈے سایوں تلے دُکھیا انسانیت آرام کرنے لگی۔ اِس باغ کا ہر فرد، ہر ادارہ اور ہر عقیدہ ایک گھنے پھلدار درخت سے مشابہ تھا اور اِن درختوں کی آبپاشی اعمالِ صالحہ کی نہروں سے ہو رہی تھی۔

اِس جنّتی معاشرہ سے دنیا میں کیا انقلاب آیا؟ اس کی بعض تفاصیل حسبِ ذیل ہیں :۔

(۱) اِس جنّتی معاشرہ کی پہلی انقلابی خصوصیت یہ تھی کہ یہ عالمگیر اخوّت و مساوات کا علمبردار تھا۔ مسلمان سگے بھائیوں سے بڑھ کر ایک دوسرے سے محبّت کرتے تھے، ایک دوسرے کی تکلیف کو دیکھ نہ سکتے تھے اور ایک دوسرے پر انتہائی تکلیف کی حالت میں بھی اپنی جان تک قربان کر دیتے تھے جس کی ایک مثال یہ ہے :۔

"(اسلام کے) ایک غزوہ میں حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ۔ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ اور حضرت سہیل بن عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور جان کنی کی حالت میں تھے، اور شدید پیاس محسوس کر رہے تھے۔ ایسی حالت میں ایک شخص حضرت عکرمہؓ کے لئے پانی لایا۔ ظاہر ہے کہ ایسے نازک وقت میں اس پانی کے چند قطرے اُن کے لئے کتنی قیمتی چیز تھے۔ عام حالات میں بھی دوسرے کے لئے ایثار کرنا اور

اپنے جذبات کو دوسرے کے لئے قربان کر دینا مشکل ہوتا ہے لیکن جب انسان کو آخری وقت نظر آرہا ہو اور وہ جانتا ہو کہ اِس وقت پانی کا ایک قطرہ میرے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتا ہے اُس وقت اپنی حالت کو فراموش کر دینا اور اپنے بھائی کی ضرورت کا احساس کرکے اُسے مقدّم کرنا کس قدر مشکل کام ہے اِس کا اندازہ ہر شخص بآسانی لگا سکتا ہے لیکن لاکھوں لاکھ درُود اُس مقدس وجود پر جس نے عرب کے وحشیوں میں جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ایسا انقلاب پیدا کر دیا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی ضرورت کو دیکھ کر اپنی حالت کو بالکل ہی بھول جاتے تھے۔ چنانچہ جب پانی حضرت عکرمہؓ کے پاس لایا گیا تو آپ نے دیکھا (کہ) حضرت سُہَیلؓ حسرت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے ہیں آپ کی اسلامی اخوت اور جذبۂ ایثار کے لئے یہ چیز ناقابلِ برداشت ہوگئی کہ خود پانی پی لیں درآنحالیکہ آپ کا بھائی پیاسا پڑا ہو۔ چنانچہ فرمایا پہلے اُن کو پلاؤ۔ وہ شخص پانی لیکر حضرت سہیلؓ کے پاس پہنچا مگر وہ بھی اُسی چشمۂ روحانیت سے فیضیاب تھے جس کا ہر قطرہ نفسانیت کے لئے موت کا حکم رکھتا تھا۔ چنانچہ حضرت سہیلؓ کی نظر اُس وقت حضرت حارثؓ پر پڑی اور آپ نے دیکھا کہ وہ بھی پانی کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے تک رہے ہیں۔ اِس خیال کا آنا تھا کہ آپ کے لئے اس پانی کو حلق سے اتارنا ناممکن ہوگیا۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ آپ اپنی جان کو اپنے بھائی کی جان سے زیادہ قیمتی سمجھ سکتے اور اُسے پیاس کی حالت میں چھوڑ کر خود پانی پی لیتے۔ چنانچہ پانی لانے والے سے کہا کہ پہلے حضرت حارثؓ کو پلاؤ۔ وہ پانی لیکر اُن کے پاس پہنچا لیکن اتنے میں وہ اپنے محبوب کو پیارے ہوچکے تھے۔ چنانچہ جب وہ واپس حضرت سہیلؓ کی طرف ہوئے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوچکے تھے۔ جلدی میں تیزی سے وہ بھاگ کر حضرت عکرمہؓ کی طرف لپکے لیکن بے سُود۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ اِن تینوں میں سے کوئی بھی پانی نہ پی سکا اور سب نے تشنہ کامی میں جانِ عزیز جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" (استیعاب۔ تذکرہ حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل بحوالہ الفضل ۱۰ر جون ۱۹۶۰ء)

اِس واقعہ سے ذرا اندازہ لگائیے اُس مقدّس وجود کی قوتِ قدسی کا جس کی محبت بھری نگاہوں نے

عرب کے درندہ صفت باشندوں کے دلوں میں سگے بھائیوں سے بھی بڑھ کر الفت پیدا کر دی۔ تاریخ اسلام میں اس قسم کے اور بیسیوں واقعات ملتے ہیں۔ اس کے بالمقابل دنیا کے دوسرے معاشروں میں اس قسم کی شاندار اخوت و مواسات کی مثالیں آپ کو چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گی۔ اسی لئے خالق کون ومکان نے اپنی کتاب میں یہ اعلان کیا کہ:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ (سورۃ البینۃ۔ پارہ ۳۰)

یعنی وہ لوگ جو اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آئے ہیں اور انہیں نے اسی ایمان کے مناسب حال عمل کرنے کی توفیق بھی ملی ہے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔

یورپ کے معترضین نے اسی امر کو جائے اعتراض بنایا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشق، احمد قدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اس طرح جواب دیا کہ ؎

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں ÷ وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کام
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ ÷ معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

پھر اپنے عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں ؎

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً ÷ فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيْكَةِ الْعِقْيَانِ

یعنی تو نے عربوں کو ذلت اور ہر قسم کی کمینگی کے لحاظ سے گوبر کی طرح سے گندی اور ذلیل چیز پایا لیکن اپنی روحانی تربیت سے انہیں خالص سونے کی ایک ڈلی کی طرح بنا دیا۔

(۲) دوسری بڑی خصوصیت اس معاشرہ کی یہ تھی کہ اس میں ایک دوسرے پر فضیلت صرف اور صرف تقویٰ سے قائم ہوتی تھی۔ چنانچہ اس معاشرہ کے قیام کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پُرشوکت اعلان کر دیا گیا تھا کہ:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (سورۃ الحجرات ع ۲)

یعنی اے بنی نوع انسان! اے دنیا کی متفرق آبادیوں میں رہنے والو! اے گورو اور

اے کالو! اسے اپنے آپ کو اعلیٰ اور معزز ذاتوں والے سمجھنے والو! اور اسے بظاہر نیچ ذات کہلانے والو! اسے آقاؤ اور اسے اُن کے خادمو! اسے امیرو اور اسے غریبو! اسے بادشاہو اور اسے اُن کی رعایا! ہم نے تم کو ایک ہی طریق سے یعنی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں صرف اِس لئے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو اور ایک دوسرے کا امتیاز کر سکو (مثلاً جب جُنید بغدادی کہا جائے اور پھر جُنید ہاشمی کا ذکر کیا جائے تو تم دو الگ الگ وجودوں کو ذہن میں لا سکو)۔ یاد رکھو، اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اللہ یقیناً بہت علم رکھنے والا اور بہت خبر رکھنے والا ہے۔

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ کے مجمع میں جبل رحمت پر کھڑے ہو کر جو تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا اس میں بھی آپؐ نے اسلامی اخوت و مساوات کا دو ٹوک اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اسے لوگو! تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے تھے۔ تم میں سے کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے سوائے تقویٰ کے۔"

دوسرے دنیوی لیڈروں کی طرح آپؐ نے یہ اعلان عوام الناس کے لئے ہی نہیں کیا اس اعلان پر سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر خود عمل کر کے دکھایا اور اپنا اَوَّلُ المُسْلِمِیْن ہونا ثابت کیا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس زمانے کی مظلوم ترین مخلوق غلام تھے۔ آقا اپنے غلاموں سے اُن کی طاقتوں سے بڑھ کر کام لیتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر مارتے پیٹتے اور غلیظ ترین گالیاں نکالتے تھے۔ جانوروں میں اور غلاموں میں تھوڑا ہی فرق ہوتا تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں کے لئے بھی رحمت بن کر آئے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"اسے لوگو! تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ ان سے ان کی طاقتوں سے بڑھ کر کام نہ لو۔ اگر کوئی مشکل کام ان کے سپرد کرو تو اس میں ان کی امداد کرو جو کچھ آپ پہنتے ہو ان کو پہناؤ اور جو کچھ آپ کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ۔ اگر کوئی غلام اپنا زرِ فدیہ خود ادا کرنے کا ذمہ لے تو مکاتبت کے ذریعہ اُسے فوراً آزاد کر دو۔ اس کے علاوہ بھی طوعی نیکی کے طور پر حصولِ رضائے الٰہی کے لئے غلاموں کو آزاد کرو اور اس کے بدلے میں جنت حاصل کرو۔"

آپؐ نے اپنے آزاد کردہ غلام کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے کر دی اور اس طرح آپؐ نے فلاکت زدہ انسانیت کے ایک نمائندہ زیدؓ بن حارثہ کو نہ صرف اپنا بیٹا بنایا کہ وہ زید بن محمدؐ کہلانے لگے بلکہ اُن کو رشتہ داری کے قریب ترین رشتہ میں بھی پرو لیا۔ اگرچہ بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے متبنّیٰ بنانے کی رسم کی مناہی کر دی گئی۔ بعد کے حالات اور بعض حکمتوں کی بناء پر حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کی شادی کامیاب نہ ہوئی اور حضرت زینبؓ کو طلاق دی گئی مگر زیدؓ اُسی طرح آپؐ کے محبوب و منظورِ نظر رہے۔ جنگِ مُوتہ میں آپؐ نے اُن کو اسلامی لشکر کا امیر مقرر کیا۔

حضرت زیدؓ کے بعد اُن کے بیٹے حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر رہے۔ اپنی وفات سے ذرا قبل قیصر کی حکومت کے خلاف لوٹنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر تیار کیا جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام سپاہی کی حیثیت میں تھے۔ اس لشکر کا کمانڈر حضورؐ نے انیس سالہ نوجوان اُسامہؓ بن زیدؓ کو بنایا۔ جب بعض معترضین نے اُسامہؓ کی امارت پر اعتراض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کی امارت پر اعتراض کرتے ہو اور اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت پر معترض تھے لیکن خدا کی قسم یہ اُسی طرح سے مستحقِ امارت ہے جیسے کہ اس کا باپ تھا۔ اور یہ اسی طرح سے مجھے پیارا ہے جیسے کہ اس کا باپ تھا۔

الغرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عملی نمونہ سے ثابت کر دیا کہ معاشرہ اسلامی میں صرف تقویٰ یعنی ذاتی استحقاق ہی وجہ فضیلت ہے نہ کہ کوئی ذات پات۔

اگر ہم اپنے درمیان وہی بابرکت معاشرہ قائم کرنے کے خواہشمند ہیں اور اس کی برکات سے متمتّع ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اپنے درمیان اِسی اصول کو قائم و دائم کرنا ہوگا اور ذات پات، تمیزِ رنگ و نسل، اونچ نیچ، امیر و غریب کی تمیز کو مٹانا ہوگا۔

آجکل کے جاہلی معاشرہ میں امراء سے بعض اوقات اور سلوک ہوتا ہے اور غرباء سے اَور۔ امراء اگر کسی جُرم کے مرتکب ہوں تو اُن کی ہزار حیلوں اور بہانوں سے پردہ پوشی کی جاتی ہے لیکن غریب و بےکس کو سزا دیدی جاتی ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کردہ معاشرہ میں ہمیں اَور ہی نظارہ نظر آتا ہے۔

قبیلہ بنی مخزوم کی ایک اعلیٰ مرتبہ کی عورت فاطمہ نامی نے چوری کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم جاری فرمایا۔ جب بعض صحابہؓ نے آپؐ کے منظورِ نظر اُسامہؓ بن زیدؓ کے ذریعہ سے فاطمہ مخزومیہ کی سفارش کی تو غصہ سے آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپؐ نے خفگی کے لہجے

میں اُسامہؓ کو کہا کہ اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ کہ کیا تُو اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود میں سے ایک حدّ کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟ پھر آپؐ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم سے پہلی قومیں اِسی لئے ہلاک ہوئیں کہ جب کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اُس کی پردہ پوشی کرتے اور چھوٹا آدمی جُرم کرتا تو اُس کو سزا دیتے۔ پھر فرمایا:۔

وَاللّٰہِ لَوْ کَانَتْ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا۔

یعنی خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اسکا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اسلامی معاشرہ میں سب افراد اپنے ذاتی حقوق میں تعزیرو سزا اور قیامِ حدود میں قانون کی نظروں میں برابر ہیں اور بجز تقویٰ کسی کو کسی دوسرے پر کچھ بھی فضیلت نہیں ہوسکتی۔

آخر میں اسلامی معاشرہ کی ایک اور انقلابی خصوصیت کا ذکر کر کے اِس بیان کو ختم کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا نصب العین یہ مقرر فرمایا ہے کہ وہ قیودِ ملک وملت، تمیزِ قوم و مذہب، امتیازِ رنگ ونسل سے یعنی قومیت (Nationalisim) کے تصوّرات سے بالا ہو کر سب بنی نوع انسان کی خدمت کریں۔ اُن کی مادی، اخلاقی و دینی بہبود و فلاح کی کوشش کریں۔ ہر ضلالت، ہر مضرّت رساں امر سے انہیں رُکنے کی تلقین کریں اور یہ خدمت کسی ذاتی غرض کے تحت نہ ہو بلکہ بے لوث ہو۔ چنانچہ فرمایا کہ:۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَکْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

(پ۴۔ آل عمران ع ۱۲)

یعنی اے مسلمانو! تم سب سے بہتر اُمّت ہو جسے بنی نوع انسان کی خدمت و بہبود کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم ہر اچھی بات اور نیکی کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرتے ہو اور ہر بُری اور مضرّت رساں چیز سے انہیں روکتے ہو۔ تم یہ سب کام کسی ذاتی دنیوی فائدہ کی خاطر نہیں کرتے بلکہ صرف اور صرف حصولِ رضاءِ الٰہی کے لئے یہ خدمات بجا لاتے ہو کیونکہ تم اللہ پر پختہ ایمان و یقین رکھتے ہو کہ وہ اِن کاموں کے بدلے میں تمہیں اپنی رحمت و فضل سے نوازے گا۔

فرماتا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو بھی ایک زمانے میں، اُن کے دنیا پر تسلّط و غلبہ کے زمانے میں، پس ماندہ اقوام کی خدمت کا موقعہ تو ملے گا مگر وہ ہر امر میں اپنے ہی مفاد کو پیشِ نظر

رکھیں گے۔ اپنی ہر امداد کے ساتھ سیاسی و اقتصادی غلامی کی زنجیریں پھیلاتے چلے جائیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھیں گے۔ اگر اہل کتاب بھی خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے اور اسی کے فضل کی امید پر بنی نوع انسان کی خدمت کرتے تو ان کے لئے بہت اچھا ہوتا۔ لیکن چونکہ وہ خدا تعالیٰ کی نظروں میں فاسق و فاجر ہوں گے اس لئے ان کی تمام کارروائیاں آخر ان کی ہلاکت کا موجب ہو جائیں گی۔ ہاں اُن میں سے بعض خدا تعالیٰ پر اور بے لوث نیکی کے اصولوں پر ایمان رکھنے والے بھی ہوں گے مگر اُن کی اکثریت خدا تعالیٰ کے نافرمانوں اور باغیوں پر ہی مشتمل ہوگی اس لئے تباہ ہو جائینگے۔

یہ امر قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی معاشرہ کی اِس امتیازی خصوصیّت کا ذکر کرتے ہوئے کہ وہ قومیت کے تنگ نظریوں سے بالا ہو کر تمام بنی نوع انسان کی خدمت کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے، موجودہ زمانے کی طاغوتی طاقتوں کی خود غرضانہ اور منافقانہ کارروائیوں کی پیشگوئی اور ان کی ہلاکت کا ذکر بھی کر دیا ہے۔

اِس وقت یاجوج اور ماجوج یعنی روس اور انگریزی اقوام دنیا پر مسلط ہیں اور سیاسی و اقتصادی شطرنج کھیل رہی ہیں جس میں سراسر ان کا اپنا مفاد ہی مدنظر ہوتا ہے۔ دنیا کی باقی اقوام کو انہوں نے اِس شطرنج کے مُہرے بنایا ہوا ہے۔ اِس کے برعکس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نمونہ پر غور فرمائیں۔ اگر وہ غیر اقوام سے کوئی حکومتی ٹیکس بھی لیتے تھے تو اُن کی جان و مال کی حفاظت کے لئے لیتے تھے۔ عدل و انصاف سے انہوں نے اپنے مفتوحہ علاقوں کو بھر دیا اور صدیوں کے مظالم سے سسکتی ہوئی انسانیت نے پہلی دفعہ اُن کے ذریعہ سُکھ اور حقیقی امن کا مُنہ دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قیصر کی حکومت سے جنگ کے دَوران اسلامی فوجوں کو جنگی ضرورت و مفاد کے پیشِ نظر بعض مفتوحہ علاقے خالی کر کے پیچھے ہٹنا تھا تاکہ وہ اپنی عسکری قوّت کو مجتمع کر کے دشمن کا کامیاب مقابلہ کر سکیں۔ اس پر مسلمانوں نے جو ٹیکس عیسائی رعایا سے وصول کئے تھے، جو جزیہ لیا تھا وہ سب واپس کر دیا کہ ہم نے یہ ٹیکس تم سے اس واسطے لئے تھے کہ ہم تمہاری جان و مال اور آبرو کے محافظ ہوں گے مگر چونکہ ہم اِس وقت اپنی اِس ذمّہ واری کو نباہنے سے معذور ہیں اسلئے تمہارے یہ سب ٹیکس تمہیں واپس کئے جاتے ہیں۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ جس وقت اسلامی فوجیں ان شہروں کو خالی کر کے وہاں سے رخصت ہو رہی تھیں اُس وقت کا نظارہ قابلِ دید تھا۔ عیسائیوں کی عورتیں، بچے اور بوڑھے سب اسلامی فوجوں کو الوداع کہنے کے لئے شہر سے باہر نکل آئے اور چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ وہ دُعا دیتے تھے کہ خدا تمہیں ہمارے شہر میں پھر واپس لائے کہ تمہارے آنے سے

ہم نے امن و عافیت کا سانس لیا ہے۔ ہمارے ہم مذہب عیسائی حکومت کے ظالم کارندے ہمیں اپنے شدید مظالم کا نشانہ بنا رہے تھے، ہماری جان مال وعزت کسی چیز کو بھی امن حاصل نہ تھا۔ تمہارے آنے سے ہم پہلی بار امن و عافیت سے ہمکنار ہوئے۔ خدا تمہیں واپس لائے کہ تمہارے جھنڈے کے سائے تلے ہم پھر امن کا سانس لے سکیں۔

دیکھیے تاریخ میں یہ کیسی منفرد مثال ہے۔ آج اسرائیل نے عرب علاقوں پر قبضہ کر کے کس طرح عربوں پر زندگی حرام کر دی ہے اور کس طرح قرآنی صداقت پھر ایک دفعہ آزمائی گئی ہے اور سچی ثابت ہوئی ہے کہ:۔

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا (سورۃ النمل ع۳)

کہ ملوکیت و استعمار کے نمائندے جب کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے نظام میں فساد و تباہی پھیلا دیتے ہیں۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جب کسی ملک یا کسی بستی میں داخل ہوتے تھے تو رحمت کے فرشتے بن کر، پیاسی زمینوں کو اخلاقی، روحانی اور امن و عافیت کے پانی سے سیراب کرنے والی بدلیاں بن کر اور ہر قسم کے اندھیروں اور ظلمتوں کو چاک کر دینے والے سورج بن کر داخل ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دوست تو الگ رہے اُن کے دشمن بھی اُن پر قربان ہوتے تھے اور اُن کے معاشرہ میں ماتحتی کو اپنی آزادی پر ترجیح دیتے تھے۔ اور یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاسِ قدسیہ اور آپؐ کی تربیت کا اثر تھا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٭

سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔"

(چشمۂ معرفت ص۲۸۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتِ بے پایاں

(مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف۔ ربوہ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی محبت و شفقت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے :-

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (توبہ آیت ۱۲۸)

سورۃ توبہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تمہیں اگر تکلیف ہو تو رسول پر یہ بہت شاق گزرتی ہے، وہ تمہاری بھلائی کا ہی خواہاں ہے اور بہت شفیق اور مہربان ہے۔

اسی سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۷ میں اللہ تعالیٰ نے یہی اپنی صفات بیان فرمائی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:-

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں سے یقیناً محبت کرنے والا اور ان پر بار بار رحم کرنے والا ہے۔

لاریب رءوف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور انسان جو خلیفۃ اللہ ہے اُسے اللہ تعالےٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کا حکم ہے۔ فرمایا صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۝ نیز فرمایا تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ ۔ اور جس انسان پر اس کی صفات کی چھاپ نہیں وہ خلیفۃ اللہ کہلانے کا مستحق نہیں اور نوعِ انسان میں کامل اور اکمل خلیفۃ اللہ ہمارے رسول بطحا صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ وہ خدائے رؤوف کے کامل مظہر تھے۔ وہ رؤوف تھے، رحیم تھے، کریم تھے۔ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام جنہوں نے آپؐ کے حسین چہرہ کو دیکھا تھا وہ آپؐ کی رحمت و شفقت کا ذکر یوں کرتے ہیں ؎

آں ترحّما کہ خلق ازوے بدید ❊ کس ندیدہ در جہاں از مادرے

یعنی وہ شفقت اور رحم جو مخلوق نے آپ کا دیکھا کسی نے وہ شفقت اس دنیا میں مادرِ مہربان سے بھی نہ دیکھی ہوگی۔

ذیل میں سطورِ ذیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتِ بے پایاں کی بعض مثالیں پیش

کرتا ہوں۔ آپؐ کی شفقت عام تھی مومنوں کے لئے اور کافروں کے لئے، بچوں کے لئے اور بوڑھوں کے لئے، مردوں کے لئے اور عورتوں کے لئے، غلام کے لئے اور آزاد کے لئے، غریبوں کے لئے اور امیروں کے لئے، اپنوں کے لئے اور بیگانوں کے لئے، انسانوں کے لئے اور جانوروں کے لئے۔

مومنوں کے لئے شفقت:-

اُمتِ مُسلمہ پر آپؐ کی شفقتیں اور احسانات بے شمار ہیں ان کا تفصیلی تذکرہ اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں۔ خدا کے برگزیدہ رسولؐ نے کس کے لئے آرام ترک کیا؟ آپؐ راتوں کی تنہائی میں کس کے لئے سجدہ ریز ہوتے تھے؟ لوگ ابھی گھروں میں یا متوقع خطرہ کے بارہ میں سوچ رہے ہوتے تو ننگے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر کون خطرات کا پتہ کرتا تھا؟ صحابہؓ کا آپؐ سے زیادہ غمخوار کون تھا۔ بدر کے دن اپنے ساتھیوں کو لیکر خدا کے حضور کون گریہ زاری کرتا تھا۔ اور اُس کی رحمت اور غیوری کو اُنکے لئے کون جوش میں لاتا تھا۔ ایک واقعہ درج کرتا ہوں۔ اسے پڑھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آپؐ کی رحمت اور شفقت ہمارے لئے ایک شفیق ماں سے بڑھ کر ہے یا نہیں؟

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا پڑھی رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دُعا پڑھی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے وَقَالَ اللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ وَبَكٰى یعنی اے رحیم وکریم آسمانی آقا! میری اُمّت پر رحم فرما۔ اور پھر رو رو کر یہی کہتے رہے میری اُمّت، میری اُمّت۔

اُس آسمانی رؤوف آقا نے اپنے محبوب کی یہ کیفیت دیکھی تو جبرائیلؑ کو فرمایا جاؤ پتہ کرو اور میرے محبوب سے پوچھو وہ کیوں چشم پُرنم ہیں۔ حالانکہ وہ علیم و خبیر جانتا تھا۔ جبرائیلؑ نے خدا کے حضور واپس جاکر وجہ بیان کی تو ربّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِیْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْؤُكَ۔

جبرائیل! جاؤ میرے محبوب کو کہہ دو ہم تیری اُمّت کے بارہ میں تجھے راضی کرینگے اور تجھے ان کے بارہ میں کوئی تکلیف نہ آنے دیں گے۔ (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ راوی ہیں حضورؐ مکّہ سے مدینہ آئے۔ مدینہ پر نظر پڑی تو

آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے۔ کچھ دُعا کی، تین بار آپؐ نے سجدہ کیا اور تین بار ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔ پھر فرمایا مَیں نے خدا سے دُعا کی اور اپنی امّت کی شفاعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی بار ایک تہائی امّت کی شفاعت قبول کی۔ میں نے اس پر شکر کا سجدہ کیا۔ اور پھر دعا کی۔ دوسری مرتبہ دوسری ایک تہائی کی شفاعت قبول کی۔ مَیں نے .... پھر شکر کا سجدہ کیا اور اُٹھ کر پھر ہاتھ اُٹھا کر خدا سے دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے پھر بقیہ ایک تہائی کی شفاعت قبول فرمائی پھر میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ (رواہ ابوداؤد بحوالہ ریاض الصالحین باب استحباب سجود الشکر عند حصول نعمۃ ظاھرۃ)

افرادِ امّت پر آپؐ کی شفقت

اُمّت کے ایک ایک فرد پر جو آپؐ کی شفقتیں تھیں اُن کا شمار کیسے کیا جا سکتا ہے کہ ؎

دامانِ نگاہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار

مکّہ میں تختۂ مشقِ ستم بننے والے بلالؓ کا فتح مکّہ کے وقت جھنڈا کس نے نصب کروایا تھا اور کس نے یہ اعلان کروایا تھا کہ اے معشرِ قریش! جو اس جھنڈے کے نیچے چلا جائے گا وہ بھی امن میں ہوگا۔ اور بلالؓ کو پیٹنے والوں کو اُس دن امان اُس کے جھنڈے تلے نصیب ہوئی۔

حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے ہاتھ پر دودھ کا پیالہ رکھ کر پلانے والا اور اُس کے پینے کے بعد پھر آپ پینے والا یہ آمنہؓ کا لال تھا۔ (ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ جلد ۲ ؎)

زیدؓ سے ماں باپ کس کی شفقتوں نے چھڑا لیے تھے کہ باپ اور چچا کے منہ پر اس انعم اللہ علیہ وانعمتَ علیہ کے مصداق نے کہا تھا۔

اِنِّیْ قَدْ رَأَیْتُ مِنْ ھٰذَا الرَّجُلِ شَیْئًا مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَخْتَارُ عَلَیْہِ اَحَدًا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَکَانِ الْاَبِ وَالْعَمِّ۔ (شرح مواھب اللدنیہ جزء ۳)

مَیں نے جو کچھ شفقتیں اس شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دیکھی ہیں اس کی بنا پر یہی میرے باپ ہیں اور یہی میرے چچا۔ مَیں ان پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتیں صرف اس غلام پر ہی نہ تھیں غلام زادہ اُسامہؓ بن زیدؓ پر بھی تھیں۔ لشکر میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے جیّد صحابہ ہیں جو رشتہ میں حضورؐ کے خُسر بھی تھے لیکن امیرِ لشکر اُسامہؓ کو مقرر کیا جاتا ہے۔ ایک بار جب اُسامہؓ چھوٹے تھے، ناک بہہ رہا تھا آپؐ ناک صاف کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو عرض کی مَیں یہ

خدمت بجالاتی ہوں۔ فرمایا یَا عَائِشَۃُ اَحِبِّیْہِ فَاِنِّیْ اُحِبُّہٗ۔ (ترمذی ابواب المناقب مناقب اسامۃ بن زید) عائشہ تو بھی اس سے محبت کر کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

حضورؐ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے جو محبت کرتے تھے وہ تو ظاہر ہے اور کوئی مستشرق کہہ سکتا ہے کہ نواسوں سے کون پیار نہیں کرتا لیکن ملاحظہ فرمائیے لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کے نورِ نظر کو ایک طرف اور اسامہؓ کو دوسری طرف سینہ سے لگاتے ہیں اور کہتے ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اَحِبَّھُمَا فَاِنِّیْ اُحِبُّھُمَا۔ (بخاری ابواب المناقب)

اے اللہ میری محبت کے صدقے اِن دونوں سے محبت فرما۔

ایک واقعہ اور سُنیئے اور دیکھئے کیا اسامہؓ کے والد حضرت زیدؓ نے بھی ایسی محبت اسامہؓ سے کی ہوگی! حضورؐ مرض الموت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو خبر دے چکا تھا کہ یہ بیماری آپؐ کی آخری بیماری ہے۔ اسامہؓ اس شفیق باپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ حضورؐ دونوں ہاتھ اٹھا کر اسامہؓ پر رکھ دیتے ہیں۔ پھر آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں۔ اسامہؓ کہتے ہیں میں سمجھا میرے لئے دعا فرماتے ہیں (ترمذی ابواب المناقب مناقب اسامہ بن زید) اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس دو سال پہلے یتیم ہونے والے اسامہؓ کو یہ باپ آسمانی باپ کو سونپ رہے تھے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ۔

خاکسار بچہ تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے میرے والد نے کئی مرتبہ عید الاضحیہ کے موقعہ پر جب بکرا ذبح کرنا چاہا تو مجھے بلایا۔ بکرے کو لٹا کر اور چھری میرے ہاتھ میں دیکر پکڑتے بکرے کی گردن پر رکھ دو بکرا انہوں انہوں نے اپنی کمائی سے خریدا ہوتا یہ تو محض میری محبت کی وجہ سے کرتے کہ گویا میں قربانی دے رہا ہوں۔

جب ہم حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں یہ شفقت اور احسان کا سلوک ہمارے اُس روحانی باپؐ کا سب اُمت سے تھا اور ہم نے تو اُن سے ہی سیکھا ہے مسلم کتاب الاضاحی جلد ثانی میں ہے کہ آپؐ نے قربانی کو ذبح کرنا چاہا تو خدا کو مخاطب کر کے دعا کی:۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ

یعنی اے اللہ! محمدؐ اور آلِ محمدؐ اور اُمتِ محمدؐ کی طرف سے اسے قبول فرما۔ یہ کہہ کر قربانی ذبح کر دی۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے ایک موقعہ پر قربانی کی اور فرمایا یہ میری اُمت کے اُن لوگوں کی طرف سے ہے جن کو قربانی کی توفیق نہیں ملی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مجسّم شفقت تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً۔ (مسلم بحوالہ احیاء العلوم)

کہ مَیں بصورت رحمت مبعوث کیا گیا ہوں ۔خود خدا سے لم یزل نے فرمایا :۔
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (انبیاء آیت ۱۰۸)

بچّوں کے لئے شفقت

آپؐ اپنے بچّوں کو پیار کرتے، اُن کی تکلیف کو دیکھ کر غمزدہ ہو جاتے۔ایک مرتبہ جب حضرت فاطمہؓ کے لختِ جگر نے آپ کی گود میں جان دی تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔کوئی کہہ سکتا ہے اپنے بچّوں سے پیار کون نہیں کرتا، ان کی وفات پر کس کی آنکھیں بھر نہیں آتیں۔لیکن جب ہم اس شفیق ہستی کے شمائل کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ مدینہ میں آکر سب سے پہلے جو نیک دل حضرت عثمانؓ بن مظعون فوت ہوئے (انہوں نے جاہلیت میں بھی شراب کو مُنہ نہ لگایا تھا) تو حضور اُن کی نعش مبارک پر تشریف لائے انہیں بوسہ دیا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔چنانچہ حدیث میں آتا ہے :۔

قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنَ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِيْ اَوْ قَالَ عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ
(ترمذی کتاب الشمائل)

دنیا کے اس محسنِ اعظم کے متعلق روایت ہے کہ بچّوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرنے میں پہل کرتے۔سواری پر ہوتے تو بچّوں کو آگے پیچھے بٹھا لیتے۔

خادموں پر شفقت

خادموں پر شفقت کا یہ حال تھا کہ حضرت انسؓ جو دس سال تک آپؐ کی خدمت بجالاتے رہے وہ کہتے ہیں دس سال تک مَیں آپؐ کی خدمت میں حاضر رہا آپؐ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا۔چنانچہ وہ روایت کرتے ہیں :۔

خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ اُفٍّ قَطُّ ۔　(ترمذی ابواب الشمائل)

غمزدوں اور مساکین کے لئے شفقت

وہ اُمّت کے لئے بمنزلہ شفیق باپ کے تھے۔کسی کو دُکھ میں دیکھتے تو تلملا اُٹھتے۔حضرت علیؓ

بن ابی طالب روایت کرتے ہیں :-

إِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَسْجِدِ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَهُ مَرْقُوْعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَى لِلَّذِىْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِىْ هُوَ فِيْهِ الْيَوْمَ۔

(ترمذی ابواب صفة یوم القیامة)

مصعبؓ بن عمیر ایک صحابی تھے جنہوں نے ناز و نعمت میں زندگی بسر کی ہوئی تھی ہجرت کی تو اللہ کے دشمنوں نے سب کچھ چھین لیا اور یہ خالی ہاتھ مدینہ آ گئے۔ ایک دن حضور مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک پیوند لگی ہوئی چادر اوڑھے آ گئے۔ حضورؐ نے دیکھا تو اُن کی پہلی حالت کے بالمقابل اِن خستگی کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔

ہمارے آقا صاحب معراج و لولاکؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا بازار سے گزر ہوا دیکھا کہ آپؐ کے ایک صحابی مزدوری کر رہے ہیں۔ جسم پسینہ اور مٹی سے لت پت ہے۔ پیچھے سے آ کر ایک بے تکلف دوست کی طرح، شفیق باپ کی مانند اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں۔ وہ جان کر کہ ایسے نرم اور گداز ہاتھوں والا سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون ہو سکتا ہے اپنا پسینے سے شرابور بدن آپؐ کے ساتھ ملنے لگ جاتا ہے۔ کیا کبھی چشم فلک نے ایسا آقا دیکھا تھا لیکن یہ اظہار محبت اور راز و نیاز یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا لوگو! میرا ایک غلام ہے کوئی اس کو خریدتا ہے؟ اور اس بھرے بازار میں اُس کا خریدار سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون تھا۔ یہ احساس آتا تھا کہ اُس نے کہا۔ آقا! میرا خریدار کون ہو سکتا ہے۔ زر کی قدر جاننے والا جوہری اس لعل کی بولی کو کتنا گراں کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ تم نے کیا کہا تمہارا خریدار خود عرش کا خدا ہے۔

اس آقاؐ کے قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سُرمہ بنانے میں صحابہؓ فخر محسوس کرتے تھے۔ وہ آپؐ کے تھوک اور وضوء کے قطرات کو زمین پر نہ پڑنے دیتے تھے۔ آپؐ آواز دیتے تو عشاق صرف لبّیک یعنی "میں حاضر" ہی نہ کہتے، وہ کہتے لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ۔ میں حاضر اور میری خوش قسمتی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضورؐ کو دیکھتے تو کہتے فِدَاكَ أَبِىْ وَأُمِّىْ۔ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ اس ادب اور فدائیت کے باوجود وہ سمجھتے حضورؐ ہمارے محبوب ہیں، ہمارے دوست ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فاقہ کش مسجد نبوی میں حدیث روایت کرنا چاہتے ہیں آپؐ کی یاد میں سسکیاں بھرنے

لگ جاتے ہیں لیکن کہتے ہیں، قَالَ خَلِیلِی، قَالَ حَبِیبِی۔ میرے دوست نے کہا، میرے محبوب نے کہا۔ (مسلم کتاب الطہارۃ)

آپ بے تکلف مساکین میں بیٹھ جاتے۔ اُن کے ساتھ کھانا کھاتے۔ اُن کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ اُنہیں ایسے ورد بتاتے کہ وہ اغنیاء سے پہلے جنّت میں جائیں۔ احیاء العلوم کے مصنّف امام غزالیؒ لکھتے ہیں :-

يُجَالِسُ الْفُقَرَاءَ وَ يُؤَاكِلُ الْمَسَاكِيْنَ وَيُكْرِمُ اَهْلَ الْفَضْلِ فِيْ اَخْلَاقِهِمْ وَيَتَأَلَّفُ اَهْلَ الشَّرَفِ بِالْبِرِّ لَهُمْ يَصِلُ ذَوِيْ رَحِمِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُؤَثِّرَ هُمْ عَلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ مِنْهُمْ۔ (احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۶۳)

امام غزالیؒ احیاء علوم الدین میں ایک حدیث لائے ہیں۔ یہ حدیث حضرت علیؓ کی روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

كَانَ اَرْاَفُ النَّاسِ بِالنَّاسِ وَخَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ وَاَنْفَعُ النَّاسِ لِلنَّاسِ۔ (احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۵۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے سب سے زیادہ شفقت کرنے والے تھے اور لوگوں میں سے لوگوں کے لئے سب سے بہتر تھے اور لوگوں کیلئے لوگوں میں سے سب سے زیادہ نفع رساں تھے۔

عورتوں پر شفقت

عورتوں پر آپؐ کی شفقت کا یہ حال تھا کہ آپؐ کی آمد سے قبل اس جنس کو زندہ درگور کرنا انکی عادت تھی۔ یہ جنس مرد کے رُو در رُو ہوکر اُسے مشورہ نہ دے سکتی تھی۔ آپؐ کی تعلیم اور سلوک کی بدولت عورت کو یہ احساس ہوا کہ ہمارے بھی حقوق ہیں (بخاری کتاب النکاح ابغضۃ لحال زوجھا)

)۔ اسے رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا کا لقب دیا گیا۔ فرمایا جنّت کا حصول چاہتے ہو تو ماں کے قدموں میں بیٹھو۔

ازواجِ مطہّرات سے سلوک

بیویوں کے لئے یعنی اُمّہات المؤمنین سے شفقت کا یہ حال تھا کہ مرض الموت میں جب آپؐ نے

فرمایا تم میں سے سب سے پہلے مجھے لمبے ہاتھوں والی ملے گی (آپؐ کی تو مراد اس سے سخاوت تھی) لیکن وہ ہاتھ ماپا کرتیں کہ پہلے اس شفیق کے قدموں میں کون حاضر ہو گی (مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل زینب ام المومنین)۔ جب تک کوئی انتہائی حسن و احسان مشاہدہ نہ کرے یہ شیفتگی پیدا نہیں ہو سکتی۔

جانوروں پر شفقت

یہ ایک ہلکا سا خاکہ تھا اُس شفقت کا جو آپؐ سے ظہور میں آتی رہتی۔ جانوروں پر آپؐ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایک دن ایک صحابی کے گھر گئے۔ اس کا اونٹ آپؐ کو دیکھ کر بلبلایا۔ آپؐ نے فرمایا بھئی تمہارے اونٹ نے میرے پاس شکایت کی ہے اس کو چارہ وقت پر دیا کرو اور کام اسکی طاقت کے مطابق لیا کرو۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد)

آپؐ نے فرمایا کہ پہلی اُمتوں میں سے ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا تھا کہ اس نے بلی کو باندھ رکھا اور فاقوں سے اُسے مار دیا۔ (ادب المفرد باب رحمۃ البھائم)

آپؐ نے فرمایا مرغی کو باندھ کر نشانہ نہ بناؤ۔ (ترمذی ابواب الصید) آپؐ نے فرمایا اپنے ذبیحہ کو چھری تیز کر کے ذبح کرو اور کُند چھری سے ذبح نہ کرو۔

فرمایا۔ فی کُلِّ ذاتِ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ (ادب المفرد باب رحمۃ البھائم) ہر جاندار سے سلوک کرنے پر خدا سے اجر پاؤ گے۔ ایک دن آپؐ نے دیکھا کہ اُس نے کسی پرندے کے بچے جھولی میں بند کئے ہوئے ہیں اور بچوں کی ماں اس کے سر پر منڈلا رہی ہے اور واویلا کر رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا "اُرْدُدْ رَحْمَۃً لَّھَا" (ادب المفرد باب اخذ البیض من الحمرۃ) ان بچوں کی ماں پر رحم کرو اور چھوڑ دو۔

بیگانوں اور دشمنوں پر آپؐ کی شفقت

بیگانوں اور دشمنوں پر آپؐ کی شفقت کے لئے فتح مکہ کا واقعہ کافی دلیل ہے۔ جب ابوسفیان کی دل شکنی کی شکایت پر حضورؐ نے سعدؓ بن عبادہ کو ایک دستہ کی قیادت سے الگ کر دیا تھا۔ (ابن ہشام جزو رابع ص۸۶۵) اور آپ کے چچا کا کلیجہ چبانے والی ہندہ کو آپؐ نے معاف کر دیا تھا۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑنے والے صنادید قریش کو غلبہ پانے پر آپؐ نے لا تثریب کا مژدہ سنایا تھا۔ کیا تاریخ عالم دشمنوں سے ایسے سلوک کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے؟

جنگ کے دوران بچوں اور عورتوں کے قتل سے آپؐ نے منع کیا۔ دشمن کے مُثلہ کرنے کے

باوجود مسلمانوں کو اُن کے مُثلہ کرنے سے منع کر دیا۔ (ترمذی ابواب السّیر)

لاریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانی آقا، رؤوف و رحیم خدا کے زمین پر خلیفہ تھے۔ وہ رؤوف و رحیم کے مظہر اتم تھے۔ رؤوف و رحیم نے خود انہیں رؤوف و رحیم کہا۔ اور ایک عالم نے ہی نہیں سب جہانوں نے ان کی رأفت اور رحمت کو محسوس کیا۔

اے رؤوف و رحیم آقا! اس کی شفقتوں کا بدلہ ہم گنہگار اُمتی کیا دے سکتے ہیں۔ خادم محمد مسیح پاک کے ہمزبان ہو کر یہ التجا کرتے ہیں ؎

یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا
فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانِیْ

عظیم الشان رحمت کا نمونہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

" یاد رکھو کہ کتاب مجید کے بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہے کہ تا دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھا دے۔ جیسے فرمایا مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور ایسا ہی قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض بتائی کہ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہیں کہ ان کی نظیر نہیں پائی جا سکتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ جیسے تمام کمالات متفرقہ جو انبیاء علیہم السلام میں تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں جمع کر دیوے اور تمام خوبیاں اور کمالات جو متفرق کتابوں میں تھے وہ قرآن شریف میں جمع کر دیوے۔ اور ایسا ہی جس قدر کمالات تمام امتوں میں تھے وہ اس امت میں جمع کر دے "!

(الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۲ء)

سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت خاتم النبیین

(مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ)

ہمارے پیارے آقا سرور کائنات فخر موجودات سید الاتقیاء والاصفیاء سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کے لقب سے نوازا۔ یہ لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان اور حضورؐ کے منفرد اور ارفع مقام کو ظاہر کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ آپؐ ان تمام کمالات اور محاسن کے جامع ہیں جو نوع انسان میں پائے جاسکتے ہیں۔ جس طرح تمام انسانوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام بہترین وجود ہیں اسی طرح جملہ انبیاءؑ میں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ، ارفع، اکمل اور افضل فرد ہیں۔ حضورؐ کے اس بے نظیر ارفع مقام کو قرآن کریم میں خاتم النبیین کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

اس مضمون کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاتم النبیین کے تحت حضورؐ کی سیرت سے ہے اس لئے میں حضورؐ کی سیرت طیبہ کے اس خاص پہلو سے متعلق چند امور درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمایا ہے وہ آپؐ کا خاتم النبیین ہونا ہے یعنی تمام کمالات نبوت آپؐ پر ختم کر دیئے گئے۔ اور اس لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی کل قوموں کے وقتاً فوقتاً مبعوث ہونے والے نبیوں کی نبوت کو بلحاظ اتباع ختم کر دیا ہے۔ یہ دعویٰ حضورؐ کا پہلے دن سے ہی ثابت ہے اور اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ سچے نبی کی علامت سابق کتب اور قرآن کریم اور عقل سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہو اور اس تعلق کی نسبت سے اس کے متبعین کا بھی خدا تعالیٰ سے تعلق ہو تا منکروں پر حجت قطعیہ سے ثابت کیا جاسکے کہ اس کا منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ سچا اور

حق پر مبنی ہے۔ اب اِس دلیل کے پیشِ نظر ایک مسلمان چیلنج دے سکتا ہے کہ ہمارے نبی کے خاتم النبیین ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ اب کسی اَور نبی کی اُمّت میں کوئی شخص خدا رسیدہ نہیں ہو سکتا۔ صرف آپؐ کے ہی متبعین کا براہِ راست تعلق خدا تعالےٰ سے ہے۔ یہ ایک کُھلی حقیقت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد باقی تمام اقوام سے براہِ راست تعلق اللہ تعالیٰ کا قطع ہو چکا ہے اور چودہ سَو سال کی تاریخ اِس بات پر شاہد ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر کسی بھی مذہب کے فرد نے خدا تعالیٰ سے خاص تعلق کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ کتنا عظیم الشان ثبوت ہے اِس امر کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تمام انبیاء کی نبوتیں ختم کر دی گئیں۔ یعنی اب ان کی لائی ہوئی شریعتوں یا اُن کے جاری کردہ احکام کی اتباع کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اب گزشتہ انبیاء آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، زرتشتؑ، رامچندرؑ اور کرشنؑ وغیرہم کی پیروی سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ الگ الگ نہریں بند کر کے آئندہ کے لئے یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ اب تمام نہریں آپؐ کے وسیع دریا سے ہی نکلیں گی اور کُل دنیا کو سیراب کریں گی۔ گویا آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کی بناء پر آپؐ کے فیضِ عام کا اعلان کر دیا گیا۔

۲۔ آپؐ اس لئے بھی خاتم النبیین ہیں کہ آپؐ کا فیض تمام انبیاء کے فیض سے بڑھ کر ہے۔ پہلے کسی نبی کو یہ مقام حاصل نہیں ہوا کہ اس کے فیض سے کسی کو نبوت کی نعمت ملی ہو اور وہ اُمّتی نبی کہلایا ہو۔ یہ اعزاز بوجہ خاتم النبیین ہونے کے صرف آپؐ کو ہی حاصل ہے۔ آپؐ وہ مبارک وجود ہیں جن کی اطاعت اور پیروی سے اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اطاعت سے آئندہ روحانی انعامات ملیں گے۔ اور روحانیت کے مراتب اربعہ نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت صرف انہی کو حاصل ہوں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری اطاعت کریں گے۔

انبیاءِ سابقین کے فیض سے ان کے متبعین روحانیت کے صرف تین مراتب حاصل کر سکتے

تھے۔ وہ صدیق بن سکتے تھے، شہید بن سکتے تھے، صالح بن سکتے تھے لیکن خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ کے وسیلہ اور طفیل سے آپ کے ایک امتی کو عندالضرورت مقامِ نبوت بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے سید و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر خدا تعالیٰ کی طرف سے نشان اور معجزات دیئے گئے وہ صرف اُس زمانہ تک محدود نہ تھے بلکہ قیامت تک ان کا سلسلہ جاری ہے اور پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا وہ کسی گزشتہ نبی کی اُمت نہیں کہلاتا تھا۔ گو اُس کے دین کی نصرت کرتا تھا اور اُس کو سچا جانتا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خاص فخر دیا گیا کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالاتِ نبوت آپ پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی اُمت سے باہر ہو بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہیں کے فیض اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے اور اُمتی نبی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔" (چشمہ معرفت)

پس فیض رسانی کے لحاظ سے آپ کو وہ مقام حاصل ہے جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں اور یہی آپ کی شانِ خاتم النبیین کا امتیازی نشان ہے۔

۳۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○ (جمعہ ع ۱)

یعنی وہ خدا ہی ہے جس نے اس اُمّی قوم میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُن کے دلوں کو پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے وہ بڑی گمراہی میں مبتلا تھے۔

اس آیت میں آپ کی بعثت کی چار اغراض بیان کی گئی ہیں :-

(۱) تلاوتِ آیات (۲) تعلیمِ کتاب (۳) تعلیمِ حکمت (۴) تزکیۂ نفوس۔
حقیقتاً ہر نبی آکر یہی چاروں کام کرتا رہا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ خاتم النبیین ہونے کے دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں بدرجہ کمال یہ کام کرکے دکھائے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ دوسرے انبیاء میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ آپؐ نے تلاوتِ آیات کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی ہستی پر عقلی دلائل بتائے۔ اس کے علاوہ معجزات و نشانات سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت دیا۔ صفاتِ الٰہیہ کی تفصیل اور ان کا باہمی تعلق بیان فرمایا۔ تمام ایمانیات پر دلائل قائم کئے۔ تعلیم کتاب کے ماتحت آپؐ نے کامل شریعت سکھائی جو جملہ افرادِ انسانی کے لئے مکمل لائحۂ عمل پیش کرتی ہے۔ اور جو بنی نوع انسان کے تمام متنوع حالات کو پیش نظر رکھ کر اُن کے مناسبِ حال حکم دیتی ہے۔ تعلیمِ حکمت کے ماتحت ہر حکم کی فلاسفی اور اس کے فوائد بیان کئے۔ تزکیۂ نفوس آپؐ نے اس رنگ میں کیا کہ صدیوں کے بگڑے ہوئے آپؐ نے تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر پہنچا دیئے اور ان کو خدا تعالیٰ کے آستانہ پر لا کھڑا کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

احییت اموات القرون بجلوۃ
ماذا یماثلک بھٰذا الشان

یعنی یا رسول اللہ آپؐ نے صدیوں کے مُردوں کو ایک جلوے سے زندہ کر دیا۔ اس شان میں آپؐ کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔

اس نقطۂ نگاہ سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے کارناموں کو جس شان اور اعلیٰ نمونہ سے نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ آپؐ نے سرانجام دیا وہ آپؐ کے خاتم النبیین ہونے پر شاہدِ ناطق ہے۔

(۴) انسانی کمالات میں سے ایک کمال اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہونا ہے۔ اگر ہم اخلاقِ فاضلہ کو مدِ نظر رکھ کر آپؐ کا مقابلہ دوسرے انبیاء سے کریں تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آپؐ ہی خاتم النبیین اور نبیوں کے سرتاج ہیں۔ آپؐ نے نہ صرف علمی لحاظ سے اخلاق کی حقیقت بیان کی بلکہ عملی رنگ میں آپؐ نے ان کا بے مثال نمونہ قائم کیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی نسبت فرمایا:۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورہ قلم)

یعنی اسے رسول! یقیناً تو خُلقِ عظیم پر قائم ہے۔

لفظ عظیم محاورۂ عرب میں اس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو۔

اخلاقِ فاضلہ میں سے ایک خُلق باوجود سزا دینے پر قدرت رکھنے کے موقع اور محل کے مطابق عفو اور درگزر سے کام لینا ہے جو درحقیقت بلند پایہ اخلاق میں سے ہے۔ اس خُلق کا جس رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور ہوا وہ نہایت درجہ کامل اور بے نظیر ہے۔

غزوۂ اُحد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھروں سے زخم آئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کفار نے مشہور کر دیا کہ قُتِلَ مُحَمَّدٌ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں۔ ہوش میں آنے پر اپنے زخموں سے خون پونچھتے جاتے اور یہ کہتے جا رہے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی اس دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور فتح مکہ کے روز بڑی شان و شوکت اور نہایت صفائی سے اس کا ظہور ہوا اور قوم کی قوم حضورؐ کے ہاتھ پر ایمان لے آئی۔

فتح مکہ کے دن جب کفار مکہ حضورؐ کے سامنے پیش کئے گئے تو آپؐ نے اعلان فرمایا:۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَ ھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ اِذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَا۔

آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے جاؤ تم سب آزاد ہو"

سچ ہے ؎

لیا ظلم کا عفو سے انتقام ؎ علیک الصّلوٰۃ علیک السّلام

عزم و استقلال بھی اخلاق کا ایک خاص حصہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جس عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا وہ بھی بے نظیر ہے۔ آپؐ پر اور آپؐ کے ساتھیوں پر دردناک مظالم کئے گئے مگر آپ نے نہایت صبر و استقلال سے انہیں برداشت کیا

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے اور بنی نوع انسان کے فخر ان شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے۔ ...... ان کے خونوں سے کوچے سرخ ہو گئے پر انہوں نے دم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پر اُنہوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک اور مقدس رسولؐ کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہوتے ہیں بارہا پتھر مار مار کر خون سے آلودہ کیا گیا مگر اس صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کو دلی انشراح اور محبت سے برداشت کیا۔" (رسالہ جہاد)

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف عفو و درگزر اور استقلال و استقامت میں بے مثال اور عدیم النظیر نمونہ قائم کیا بلکہ انسانی کمالات میں شمار کی جانے والی تمام صفات مثلاً جرأت و شجاعت، حمیت و غیرت، رأفت و رحمت، جود و سخا، صدق و صفا، لطف و عطا، ایثار و وفا، استقلال و استقامت، صبر و قناعت، توکل علی اللہ، شفقت علیٰ خلق اللہ وغیرہ میں آپؐ انتہائی نقطۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے آپؐ نے فرمایا :-

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۔

یعنی پہلے انبیاء کے ذریعہ اچھے اخلاق کا ظہور ہوا لیکن مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ میں ان جملہ مکارمِ اخلاق کو ان کی انتہاء تک پہنچا دوں۔

پس تمام انسانی کمالات آپؐ پر ختم ہو گئے۔ تقویٰ کی تمام راہیں آپؐ نے طے کیں اور آپؐ محبتِ الٰہی کے تمام دروازوں میں سے گزرے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء کا خطاب عطا کیا اور آئندہ ہمیشہ کے لئے اپنے دربار میں رسائی کے لئے آپؐ کی اتباع اور آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کو شرط قرار دیا ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے۔ اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔" (چشمۂ معرفت ص۸۲)

عہدیداران مجالس انصار اللہ کیلئے ضروری ہدایات

برائے سال ۱۳۴۹ ہش / ۱۹۷۰ء

(قسط سوم)

قیادتِ مال (قائدِ مال :- مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب)

۱- بجٹ فارم اگر اسوقت تک واپس بھجوائے نہیں جا سکے تو بعد تکمیل جلد واپس بھجوا دیئے جائیں ۔

۲- مجلس مرکزیہ کی مالی حالت جتنی زیادہ مضبوط ہوگی اتنا ہی صحیح بنیادوں پر کام ہوسکے گا یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے اگر آپ اپنی مجلس کے جملہ اراکین سے باشرح چندہ وصول کریں ۔ شرح درج ذیل ہے ۔ کوشش کریں کہ اس کے مطابق چندہ وصول کریں :-

چندہ مجلس - کل آمد پر بحساب ۲/۱ پیسہ فی روپیہ ۔ بشرطیکہ تین روپے سالانہ سے کم نہ ہو ۔

چندہ سالانہ اجتماع - ایک روپیہ سالانہ فی رکن کم از کم ۔

چندہ اشاعت لٹریچر - ایک روپیہ سالانہ فی رکن ۔

۳- اِس امر کا جائزہ لیں کہ کیا آپ کی مجلس کے ذمہ گزشتہ سال کا کوئی بقایا تو نہیں ۔ اگر ایسا ہو تو از راہِ کرم پچھلے سال کا بقایا فوراً وصول کر کے مرکز میں بھجوائیں ۔

۴- سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سالِ رواں کے لئے مندرجہ ذیل بجٹ منظور فرمایا ہے :-

چندہ مجلس	۴۶۰۰۰
چندہ سالانہ اجتماع	۴۵۰۰
" اشاعت لٹریچر	۴۰۰۰
میزان کل	۵۴۵۰۰

قیادتِ اشاعت (قائدِ اشاعت: مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی)

۱- ماہنامہ "انصار اللہ" ایک بلند پایہ تربیتی رسالہ ہے اس کی اشاعت کو بڑھانے کے لئے مجلس مرکزیہ کا ہاتھ بٹائیں اور کوشش فرمائیں کہ آپ کی مجلس میں اس اہم علمی اور تربیتی رسالہ کے زیادہ سے زیادہ خریدار پیدا ہو جائیں۔ سالانہ چندہ صرف چھ روپے ہے۔

۲- ہر مجلس کے لئے ضروری ہے کہ چندہ مجلس مقامی سے اپنے لئے مستقل طور پر ایک ماہنامہ انصار اللہ جاری کرائے۔

۳- انصار اللہ کو زیادہ سے زیادہ اپنے قلمی جوہر کو ترقی دینے کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور ماہنامہ "انصار اللہ" کے لئے مختلف علمی اور تربیتی موضوعات پر مضامین لکھنے چاہئیں۔

۴- دفتر مرکزیہ سے مجلس کی مندرجہ ذیل مطبوعات منگوا کر اراکین میں تقسیم کروائیں۔

اَ- اقتباسات درثمین فارسی   ب- اتباعِ قرآن کی برکات

ج- میری تعلیم   د- غلبۂ اسلام کی پیشگوئی

ر- سورہ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات مع ترجمہ۔

قیادتِ تجنید (قائد تجنید: مکرم چوہدری فضل احمد صاحب)

۱- تمام ایسے احباب کو مجلس انصار اللہ کا رکن بنا کر اطلاع دی جائے جو گزشتہ سال کے دوران چالیس سال کی عمر تک پہنچ چکے ہوں۔

۲- ناظمین اعلیٰ اور ناظمین اضلاع اِس امر کا جائزہ لیں کہ کوئی ایسی جماعت نہ رہے جہاں مجلس انصار اللہ قائم نہ ہو۔

قیادتِ ذہانت و صحتِ جسمانی (قائد ذہانت و صحتِ جسمانی: محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب)

۱- ہر مجلس سال میں اپنے ہاں کم از کم ایک دفعہ پکنک کا اہتمام کرے۔

۲- صحت کو قائم رکھنے کے لئے ہر مجلس اپنے ہاں سال میں کم از کم ایک مرتبہ ورزشی مقابلوں کا اہتمام کرے نیز یہ بھی کوشش فرمائیں کہ شام کو کوئی کھیل حسب طاقت کھیلی جایا کرے۔

۳- انصار اللہ کو تحریک کی جائے کہ صبح کے وقت سیر کی عادت ڈالیں۔ نیز روزانہ صبح حسب توفیق گرم یا ٹھنڈے پانی سے غسل کی عادت بھی ڈالیں اور سیر کے علاوہ ہلکی ورزش بھی کرنے کی کوشش کریں۔

قیادت وقفِ جدید (قائد وقفِ جدید: مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب)

۱۔ وقفِ جدید کے وعدہ کنندگان کی تعداد میں اضافہ کی دو صورتوں کی طرف خاص توجہ دی جائے۔

الف۔ ہر وعدہ کرنے والے دوست اپنے علاوہ اپنی اہلیہ اور بچوں کی طرف سے علیحدہ وعدہ لکھوائیں۔

ب۔ وہ دوست جو تا حال اِس تحریک میں شامل نہیں ان کو حضرت فضلِ عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات سے آگاہ کر کے اس تحریک میں شامل کیا جائے۔

۲۔ وقفِ جدید کے چندہ کی شرح چھ روپے کم از کم ہے۔ کوشش کی جائے کہ احباب اپنی مالی حیثیت کے مطابق چندہ کی رقوم میں اضافہ کریں۔

۳۔ مرکز کو رپورٹ بھجواتے وقت وقفِ جدید کے وعدہ جات اور وصولی کی کل رقم کی میزان درج ہونی چاہیئے (کہ گزشتہ ماہ یہ میزان تھی اور اِس ماہ ہر دو امور میں یہ یہ میزان ہے۔)

۴۔ ہر مجلس میں نائب زعیم وقفِ جدید کا فرض ہوگا کہ وہ بچوں کو وقفِ جدید کے مالی جہاد میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل کرنے کی کوشش کرے۔

قیادتِ تحریک جدید (قائد تحریک جدید: مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کے دفتر دوم کی ذمہ داری مجلس انصار اللہ پر ڈالی ہے۔ مجالس کو چاہیئے کہ اس ضمن میں بھرپور کوشش کریں اور حضور کے ارشاد کہ "دفتر دوم کی قربانی انیس روپے فی کس سے بڑھ کر تیس روپے فی کس تک پہنچ جائے" کو پورا کر دکھائیں۔ اس کے لئے:-

۱۔ تحریک جدید کے مطالبہ سادہ زندگی اور مطالبہ دعا کو وقتاً فوقتاً انصار اللہ کے لئے تازہ کیا جاتا رہے۔

۲۔ جماعتی نظام کے تحت جب بھی یوم تحریک جدید منایا جائے انصار اللہ کو اس میں کما حقہ تعاون کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔

۳۔ کوشش کی جائے کہ ہر رکن مجلس انصار اللہ تحریک جدید کا معیاری وعدہ پیش کرے نیز ہر مجلس انصار اللہ مقامی خدام کو بھی اِس بارہ میں معیاری قربانی پیش کرنے کی تلقین کرتی رہے۔ (باقی)

نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر
میرے ایمان کا جزو اعظم ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

(۱) ''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالی اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیرالمرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبۂ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالی تک پہنچ سکتا ہے '' (ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۳۷)

(۲) ''میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہرگز نہ کر سکتے ۔ ان میں وہ دل اور قوت نہ تھی جو ہمارے نبی کو ملی تھی ۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا ۔ میں نبیوں کی عزت و حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے ۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں . . . . . ہمارے نبی کریم صلعم نے وہ کام کیا جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالی کا فضل ہے ذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء '' (الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۱ء)

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا